امارت اسلامیہ افغانستان کے مؤسس و قائد،

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ

کی آٹھویں برسی کی مناسبت سے خصوصی شمارہ

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 10 | مئی 2021ء بمطابق شوال المکرم 1442ھ ق | شمارہ 3

عید الفطر (۱۴۴۲ھ) کی مناسبت سے عالی قدر امیر المومنین

شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظہ اللہ

کا پیغام

- شجاعت اور عظمت کا پیکر
- دنیا کے متکبرین عمر ثالث کی عدالت میں

امیر المؤمنین حفظہ اللہ کا عید پیغام،

افغانستان کے موجودہ مسائل کے حل اور بہتر مستقبل کی ضمانت

امریکا اور اس کے اتحادیوں نے

انخلا کی بجائے دھوکا دیا تو ایک بڑی جنگ ہوگی۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد کی افغان ٹی وی سے تفصیلی گفتگو

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: "عَجِبْتُ مِنَ الرَّجُلِ يَفِرُّ مِنَ الْقَدَرِ وَهُوَ مُوَاقِعُهُ، وَمِنَ الرَّجُلِ يَرَى الْقَذَاةَ فِي عَيْنِ أَخِيهِ، وَيَدَعُ الْجِذْعَ فِي عَيْنِهِ وَمِنَ الرَّجُلِ يُخْرِجُ الضِّغْنَ مِنْ نَفْسِ أَخِيهِ وَيَدَعُ الضِّغْنَ فِي نَفْسِهِ، وَمَا تَقَدَّمْتُ عَلَى أَمْرٍ قَطُّ فَلُمْتُ نَفْسِي عَلَى تَقَدُّمِي عَلَيْهِ، وَمَا وَضَعْتُ سِرِّي عِنْدَ أَحَدٍ فَلُمْتُهُ عَلَى أَنْ أَفْشَاهُ، وَكَيْفَ أَلُومُهُ وَقَدْ وَضَعْتُ (رواه البیهقی فی القضآء والقدر)

"عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھے اس آدمی پر تعجب اور حیرت ہوتی ہے جو تقدیر سے بھاگتا ہے حالانکہ (ایک نہ ایک دن) وہ اس میں پھنس جانے والا ہے۔ اور اسے اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو نظر آتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر بھول جاتا ہے۔ اور اپنے بھائی کے دل سے کینہ نکالنے کی فکر میں رہتا ہے لیکن خود اپنے دل میں دوسروں کی طرف سے بغض وعداوت کو پالتا رہتا ہے۔ (نیز انھوں نے کہا) کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ میں نے اپنا راز کسی کو بتلایا ہو پھر اس کے افشا (ظاہر کرنے) پر میں نے اسے ملامت بھی کی ہو۔ ظاہر ہے کہ جو راز خود میرے سینے میں نہیں سما سکا اس کے افشا پر میں کسی دوسرے کو کیسے ملامت کر سکتا ہوں۔"

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 10/ مئی 2021ء / شوال 1442ھ/ شمارہ 3

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی "میڈیا و ثقافتی کمیشن" کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

❖ امیر المؤمنین حفظہ اللہ کا عید پیغام، افغانستان کے موجودہ مسائل کے حل اور بہتر مستقبل کی ضمانت — 2

❖ عید الفطر کی مناسبت سے امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخند کا عید پیغام — 3

❖ ذبیح اللہ مجاہد کی انٹرویو — 6

❖ شجاعت اور عظمت کا پیکر — 17

❖ دنیا کے متکبرین عمر ثالث کی عدالت میں — 18

❖ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی روپوشی — 19

❖ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد علما خطاب — 32

❖ ملا محمد عمر مجاہد: ایک موازنہ ایک یادداشت — 34

❖ مرد جری سے ملاقات اور یادیں — 35

❖ قطر: سیاسی دفتر میں امارت اسلامیہ کی ملاقاتیں اور سیاسی سرگرمیاں — 36

❖ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے کچھ تاریخی کارنامے — 37

❖ مسجد کے حجرے سے بین الاقوامی سیاست تک — 38

❖ غائبانہ محبت — 39

❖ وہ بلند عزم و ہمت کا مالک — 40

❖ ہفتہ وار پریس بریفنگ — 41

❖ افغانستان اپریل 2021 میں — 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazin

Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine

Web: www.alemarahurdu.com

E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

WhatsApp: 0093708638285

اداریہ! امیر المؤمنین حفظہ اللہ کا عید پیغام، افغانستان کے موجودہ مسائل کے حل اور بہتر مستقبل کی ضمانت

امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کی جانب سے عید الفطر کے موقع پر افغانستان کے عوام، مجاہدین اور پوری امت مسلمہ کے نام پیغام نشر ہوا۔ امیر المؤمنین حفظہ اللہ نے افغانستان کے تمام طبقات اور پوری امت مسلمہ کو مخاطب کر کے جو ہدایات دی ہیں، ان نکات پر اگر عمل درآمد کر دیا جائے تو افغانستان کا قضیہ حل اور امن عمل بہت جلد کامیابی سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے پیغام کا آغاز خطبہ مسنونہ کے بعد افغان عوام، مجاہدین اور پوری امت مسلمہ کو عید کی مبارکباد سے کیا۔ اور افغانستان سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں کی بہبود ترقی اور حفاظت کے لیے دعا کی۔

امیر المؤمنین حفظہ اللہ نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ: ”آزادی کے حصول کے بعد ہمارے ملک کو سب سے پہلے تعمیر نو اور معاشی و سیاسی مضبوطی کی شدید ضرورت ہوگی۔ آیئے ہم سب اپنے ملک کی تعمیر نو اور ترقی میں پورے خلوص سے حصہ لیں۔ تاکہ شرعی نظام کے سائے میں ایک ترقی یافتہ رفاہی ریاست قائم کر سکیں۔ اس کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنے ذاتی مفادات اور عہدوں کی لالچ سے بالاتر ہو جائیں۔ اسلامی اقدار اور قومی منافع کو اپنا معیار بنائیں۔ عفو، درگذر اور ایک دوسرے پر رحم کے جذبے سے ایک مضبوط اور متحد قوم بن کر رہیں۔“

امیر المؤمنین کے یہ الفاظ جہاں افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے ان کے عزائم کے آئینہ دار ہیں وہاں اس بات کا بھی اظہار کر رہے ہیں کہ وہ تمام افغان عوام کو چاہے وہ امارت اسلامیہ کے حامی ہوں یا مخالف صف میں کھڑے لوگ ہوں، سب کو افغانستان کی تعمیر نو اور سیاسی و معاشی ترقی کے لیے متحد کر کے کام کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے اپنے پیغام میں اس بات کا بھی صاف الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ افغانستان پر ایسی کوئی حکومت مسلط نہیں کرنا چاہتے جس میں صرف انہیں کی حکومت ہو۔ بلکہ وہ ایسا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں افغانستان کے تمام عوام، تمام طبقات اور اکائیوں کو نمائندگی ملے۔ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ انہوں نے کابل انتظامیہ میں شامل مخالفین کو دعوت دی ہے کہ وہ اب مخالفت اور دشمنی سے دستبردار ہو کر آئیں، امارت اسلامیہ کے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں۔ چاہے جتنا بڑا مخالف ہو، اس کے لیے معافی کا عام اعلان ہے۔ کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔ افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ اس میں سب کو اپنی زندگی گذارنے کا حق ہے۔ اب مزید جنگوں اور اختلافات کو چھوڑ کر متحد و متفق ہونے کی ضرورت ہے۔ دوحہ معاہدے پر عمل درآمد کے لیے انہوں نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ اس پر ہر حال میں عمل درآمد ہونا چاہیے۔ اب تک امریکا نے بہت مرتبہ اس سے انحراف کیا ہے۔ اب بھی افواج کے انخلا میں ستمبر تک توسیع کر کے اس نے اپنی طرف سے معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی ہے۔

امارت اسلامیہ کی خارجہ پالیسی کے بارے میں انہوں نے خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے پڑوسی ممالک، خطے کے ممالک اور پوری دنیا سے دو طرفہ احترام کی بنیاد پر مثبت تعلقات چاہتی ہے۔ ہم پوری دنیا کو اطمینان دلاتے ہیں کہ ہماری سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں ہوگی۔ پوری دنیا کو بھی ہماری خود مختاری کا احترام کرنا ہوگا اور ہمارے معاملات میں دخل اندازی سے احتراز کرنا ہوگا۔ انہوں نے اقوام متحدہ اور افغان امن پروسس میں شریک تمام سٹیک ہولڈرز کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سب کو افغان عوام کی رائے اور ان کی مرضی کا احترام کرنا ہوگا۔ ان کے معاملت میں دخل اندازی یا ایسا کوئی نظام بیرون سے لا کر ان پر مسلط نہ کیا جائے جو ان کی مرضی کے خلاف ہو۔ افغان عوام کو اپنی مرضی سے جینے کا حق دیا جائے جس طرح کہ پوری دنیا کے عوام کو حق ہے۔ انہوں نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ امارت اسلامیہ کی شرکت کے بغیر افغانستان کے مسئلے کے حل کے لیے جو کوشش کی جائے گی وہ ناکام ہوگی۔ امارت اسلامیہ افغان سیاست کا سب سے اہم اور طاقتور فریق ہے۔ ہمیں ان لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے جن کے فیصلے کہیں اور ہوتے ہیں اور انہیں صرف اطلاعی کاپی فراہم کر دی جاتی ہے۔ کسی بھی ایسی نشست کے متعلق اور وہاں زیر بحث آنے والے نکات سے پہلے امارت اسلامیہ کو آگاہ کیا جائے گا۔ تاکہ امارت اسلامیہ اپنی رائے پورے غور و خوض کے بعد دے سکے۔

امیر المؤمنین حفظہ اللہ نے تعلیم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان کے نئے نظام میں ہمیں تعلیم یافتہ لوگوں اور تعلیم سے آراستہ اہل ہنر کی ضرورت ہوگی۔ اس لیے امارت اسلامیہ ہر شعبے میں تعلیم کی حوصلہ افزائی کرے گی اور اس کو آسان بنانے کے لیے اقدامات کرے گی۔ اس وقت بھی امارت اسلامیہ کا ایک کمیشن اسی مقصد کے لیے قائم ہے اور کام کر رہا ہے۔

تاجروں اور سرمایہ کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ افغان تاجروں کو ہر طرح کی سہولیات ہماری ذمہ داری ہوگی۔ کیوں کہ تجارت کے بغیر ملکی ترقی کا خواب ناممکن ہے۔ امارت اسلامیہ کے پرامن نظام میں تاجروں کو پوری طرح تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ آج بھی جن علاقوں میں امارت اسلامیہ کی حکومت ہے وہاں چوری، ڈاکے اور لوٹ مار کا کوئی تصور نہیں۔ ہر تاجر پورے اطمینان سے اپنی تجارت اور سرمایہ کاری کر سکتا ہے۔

بڑے تعمیراتی اور آبادکاری کے منصوبوں جیسے سڑکوں، ڈیموں اور پلوں کی تعمیر کے متعلق امیر المؤمنین نے فرمایا کہ ہم ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ انہیں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں جو بھی کام ہو رہے ہیں ہم نے انہیں پوری سیکورٹی فراہم کر رکھی ہے۔ امارت اسلامیہ کا ایک خاص کمیشن اسی مقصد کے لیے کام کر رہا ہے۔ ہم افغانستان کو ایک رفاہی ریاست کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے افغانستان کے علما، دانشوروں، سماجی ورکرز، صحافیوں اور معاشرے کی بہبود سے وابستہ تمام لوگوں کو دعوت دی کہ امارت اسلامیہ کے پیغام کو سمجھیں اور افغانستان کی تعمیر و ترقی کے لیے ہمارے ساتھ مل کر کردار ادا کریں۔ تاکہ مزید اب جنگوں کا خاتمہ ہو اور افغان عوام اپنی آزاد، خود مختار اور پرسکون زندگی گذار سکیں۔

عیدالفطر (۱۴۴۲ھ) کی مناسبت سے
عالی قدر امیرالمومنین
شیخ الحدیث
مولوی هبة الله اخندزاده کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله. صلى الله وسلم عليه وعلى آله وأصحابه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اما بعد:

قال الله تعالى : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿ ﴾سورة محمد

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، اگر تم اللہ (اور اس کے رسول کے دین) کی مدد کرو تو وہ (تمہیں تمہارے دشمن پر غلبہ دے کر) تمہاری مدد کرے گا اور (جنگ میں) تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

افغانستان کے مومن ومجاہد عوام، محاذوں کے مجاہدین اور دنیا بھر کے مسلمانو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عیدالفطر کی مناسبت سے آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے عید کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کے روزے، عبادات اور جملہ دعائیں قبول فرمائے۔ آمین

مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالی کے خصوصی فضل سے ہم اس بار عید ایسے حالات میں منا رہے ہیں جب ہمارا ملک مکمل آزادی کی دہلیز پر کھڑا ہے۔ اللہ تعالی جل شانہ کی نصرت سے گذشتہ بیس سالہ جہاد، شہداء، یتیموں، بیواؤں، مہاجرین اور غم زدہ ہم وطنوں کی آرزوئیں پوری ہونے کو ہیں۔ ان شاء اللہ تعالی۔

اللہ تعالی سے دست بہ دعا ہوں کہ ہمارے عوام اور مجاہدین کا یہ طویل مجاہدہ، تکالیف، قربانیاں اور سرفروشی اپنے دربار عالیہ میں قبول فرمائے۔ اس کے بدلے ہمیں مکمل شرعی نظام کے سائے میں پرسکون، خوشحال اور آزاد زندگی نصیب فرمائے۔ تاکہ ہمارا ملک ترقی کرے۔ جنگوں کی تباہیاں پھر سے تعمیر میں بدل جائیں۔ اس قوم کے زخموں پر مرہم لگے اور یہ مقدس شریعت کی پرلطف اور پرسکون بہاریں دیکھ سکے۔

ضروری ہے کہ اس راہ میں اس آزردہ حال قوم کی ہمت اور برداشت، اور اپنے مجاہدین بھائیوں کی قربانیوں اور غیرت وحمیت کی قدر کریں۔ قیدیوں، زخمیوں، معذوروں، یتیموں اور پریشان حال لوگوں کی قربانیوں کی قدر دانی کریں اور اللہ تعالی سے ان کے لیے دعا مانگیں۔

قابل قدر ہم وطنو!

آزادی کے حصول کے بعد ہمارے ملک کو سب سے پہلے تعمیر نو اور معاشی و سیاسی مضبوطی کی شدید ضرورت ہوگی۔ آیئے ہم سب اپنے ملک کی تعمیر نو اور ترقی میں پورے خلوص سے حصہ لیں۔ تاکہ شرعی نظام کے سائے میں ایک ترقی یافتہ رفاہی ریاست قائم کر سکیں۔ اس کی تعمیر وترقی کے لیے اپنے ذاتی مفادات اور عہدوں کی لالچ سے بالاتر ہو جائیں۔ اسلامی اقدار اور قومی منافع کو اپنا معیار بنائیں۔ عفو، درگذر اور ایک دوسرے پر رحم کے جذبے سے ایک مضبوط اور متحد قوم بن کر رہیں۔

ہم اپنی قوم کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جارحیت کے خاتمے کے بعد ایک ایسا "افغان شمول" نظام قائم ہوگا جس میں تمام طبقات اور اکائیوں کو اپنی اہلیت اور استعداد کے مطابق حصہ ملے گا۔ کسی کا جائز حق تلف نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

جانب مقابل میں کھڑے افغانوں کو ایک بار پھر دعوت دیتا ہوں کہ اب مزید جنگ کو تسلسل دینے کی کوشش چھوڑ دو۔ یہ ملک تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ ہم سب کو اسلام کے احکام پر متفق ہو جانا چاہیے۔ اختلافات اور ہر طرح کے تعصبات سے خود کو بچائیں۔ امارت اسلامیہ کا سینہ ان تمام افغانوں کے لیے کھلا ہے جو پہلے امارت اسلامیہ کے مخالف رہے۔ ہم ان کی جانب عفو اور دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور انہیں راہ حق کی حمایت اور تعاون کی دعوت دیتے ہیں۔ ہٹ دھرمی، کینہ پروری اور دشمنی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ برداشت، تحمل اور حقائق کو تسلیم کر کے قومیں عزت اور فخر کے مقام تک پہنچ سکتی ہیں۔

امریکا اور دیگر بیرونی قوتیں اپنی تمام افواج افغانستان سے نکال رہی ہیں یہ ایک بہترین اقدام ہے، اور ہمارا شدید اصرار ہے کہ دوحہ معاہدے کے ہر شق پر عمل درآمد کیا جائے۔ مگر افسوس کہ اب تک امریکی فریق نے دستخط شدہ معاہدے سے بار بار انحراف کیا ہے اور عام لوگوں کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا ہے۔

معاہدے کے برخلاف بقیہ قیدیوں کی رہائی جو مذاکرات کے آغاز کے تین ماہ بعد ہو جانی چاہیے تھی اب تک نہیں ہوئی۔ بلیک لسٹ اسے امارت اسلامیہ کے ذمہ داران کے نام اب تک نہیں نکالے گئے۔ اور حال ہی میں معاہدے کی ایک اور خلاف ورزی یہ کی گئی کہ بیرونی افواج کے انخلا کا سلسلہ مئی سے ستمبر تک پھیلا دیا گیا۔ حالانکہ امارت اسلامیہ نے اپنی جانب سے معاہدے میں کیے گئے تمام وعدے شریعت کے مطابق پورے کیے۔

ہم ایک بار پھر تاکید کرتے ہیں کہ تمام معاملات دوحہ معاہدے کے مطابق آگے بڑھائے جائیں۔ اب مزید اشتعال انگیز اقدامات اور انحرافات سے احتراز کیا جائے۔ اگر امریکا پھر بھی اپنے کیے ہوئے وعدے پورے نہیں کرتا تو دنیا گواہ رہے کہ اس کے نتائج کا ذمہ دار خود امریکا ہوگا۔ امارت اسلامیہ ہر قیمت پر اپنے ملک اور اپنے وطن کی آزادی کا دفاع کرے گی اور یہ بات ہم نے گذشتہ بیس سالوں میں ثابت کر دی ہے۔

امارت اسلامیہ عالمی دنیا، خطے اور پڑوسی ممالک سے اچھے اور مثبت تعلقات چاہتی ہے۔ تاکہ ضرورت کے شعبوں میں ایک دوسرے سے عوامی اور سفارتی تعامل کے نتیجے میں اپنے عوام کی ترقی اور خوشحالی کے لیے تعاون کا تعلق قائم رہے۔ اور یہ تعلق دوطرفہ احترام اور بہتر سلوک کی بنیاد پر شرعی اصولوں کے دائرے میں ہو۔

امارت اسلامیہ سب کو اطمینان دلاتی ہے کہ افغانستان کی سرزمین سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا، اسی طرح سب سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ افغانستان کے داخلی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔

اقوام متحدہ اور دیگر سٹیک ہولڈر ممالک سے ہمارا مطالبہ ہے کہ افغانستان کے قضیے میں اپنی مکمل غیر جانب داری برقرار رکھیں۔ افغانستان کے عوام کی زندگی، مذہب، طرز زندگی اور فکر کے حوالے سے ایسی کوئی کوشش نہ کریں جو ہمارے عوام کی رد عمل کا شکار ہو۔

یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ہمارے گذشتہ تینتالیس سالہ تجربات نے یہ بات ثابت کر دی کہ ہماری قوم کسی بیرونی جانب سے مسلط شدہ نظریات اور اعتقادات برداشت نہیں کر سکتی۔ اس قوم کو حق ہے کہ اپنے دین، عقیدے، اقدار اور اپنی ثقافت کے اصولوں کے مطابق زندگی گذار سکے۔ اس لیے اقوام متحدہ کی تنظیم سمیت تمام عالمی قوتیں ہمارا یہ حق تسلیم کریں اور اس کا احترام کریں۔

ہمارے لیے مذاکرات اور دوطرفہ تفاہم مقدم ہے۔ اسی لیے ہم نے مذاکرات کے لیے ایک مضبوط ٹیم مقرر کی ہے۔ تاکہ وہ مقابل فریق کے ساتھ بین الافغان مذاکرات آگے بڑھائے۔ مگر اس کے مقابلے میں کابل انتظامیہ بار بار مختلف ذرائع سے کوشش کرتی ہے اور کر رہی ہے کہ رواں سیاسی تسلسل کو سبوتاژ کرے۔

امارت اسلامیہ اس قضیے کا سب سے اہم فریق ہے۔ ہمیں ان لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے جن کے فیصلے کہیں اور طے کیے جاتے ہیں اور انہیں بھیجے جاتے ہیں۔ ہر سیاسی عمل جو افغانستان کے مسئلے کے حل کے متعلق ہو اور امارت اسلامیہ سے اس میں شرکت کی توقع کی جاسکتی ہو، اس کے متعلق پہلے سے امارت اسلامیہ کو تفصیلی طور پر آگاہ کیا جائے۔ تاکہ امارت اسلامیہ اپنے دینی اقدار اور قوم کے اعلی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا جائزہ لے کر اس کے متعلق اپنا فیصلہ دے سکے۔ یہ اس لیے کہ ہمارے لیے ہماری قوم کا مفاد سب سے مقدم ہے جس کے لیے ہم نے قربانیاں دی ہیں۔

علماء کرام، ارباب علم و دانش اور سیاسی و قومی شخصیات اور معاشرے کے تمام ممتاز اور فعال لوگوں سے امید رکھتا ہوں کہ اپنے ملک میں خالص اسلامی نظام کے قیام اور اس کی آبادکاری کے لیے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر متفق و متحد ہو جائیں۔ قوم کے اتحاد، قوت اور استقلال کے لیے کام کریں۔ امارت اسلامیہ ان کی کوششوں کا

اعتراف کرتی ہے۔ مستقبل کے نظام کے وجود، قوت اور مضبوطی میں ان کی صلاحیتوں سے استفادے کو اپنی ضرورت سمجھتی ہے اور ان کی قدر کرتی ہے۔

امارت اسلامیہ اپنی پوری قوم خصوصاً تاجروں اور سرمایہ کاروں کو اطمینان دلاتی ہے کہ سب کی جان، مال اور عزت و آبرو کو تحفظ ملے گا۔ نہ صرف یہ بلکہ انہیں اپنی کارکردگی دکھانے اور کام کرنے کے لیے مناسب مواقع اور حالات مہیا کیے جائیں گے۔

جو علاقے اس وقت امارت اسلامیہ کے زیر نگین ہیں وہاں امن وامان کی صورت حال قابل اطمینان ہے۔ لوگوں کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا۔ چوروں، ڈاکوؤں اور فساد کرنے والوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ ممکنہ حد تک تعلیم، صحت، دعوت، تعمیر نو اور ثقافی و مطبوعاتی شعبہ جات میں بہت سے منصوبے پورے ہو چکے اور بہت سوں پر کام جاری ہے۔

امارت اسلامیہ تمام عوامی منفعت کے منصوبوں، تنصیبات اور مقامات کا تحفظ کرتی ہے اور اس کی حامی ہے۔ ان منصوبوں کی مزید مضبوطی، وسعت اور ترقی کے لیے کوشش کرتی ہے۔ امارت اسلامیہ تمام مجاہدین کو خصوصاً اور عام شہریوں کو عموماً یہ ہدایت دیتی ہے کہ عوامی منفعت کے جملہ مقامات کی سخت نگرانی، تحفظ اور بہتری پر توجہ دیں۔ کسی فرد کو یہ اجازت نہ دیں کہ وہ ایسے مقامات کو نقصان پہنچائے۔

آئندہ نسلوں اور ملک کی بہتری کے لیے تعلیم وتربیت اہم ضرورت ہے۔ ہر قوم تعلیم کے ذریعے ترقی کر سکتی ہے۔ امارت اسلامیہ باقاعدہ تعلیمی نظام اور تسلسل کی حمایت کرتی ہے۔ اس کے لیے ایک خاص کمیشن قائم کیا گیا ہے جس کا کام مدارس، سکولوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کی ترقی کے لیے کردار ادا کرنا ہے۔ اس لیے پوری قوم اپنے بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دے۔ تعلیمی اداروں اور مراکز کا تحفظ کرے اور اس بارے میں اپنی ذمہ داری ادا کرے۔

جنگوں میں عام لوگوں کا نقصان اور جانوں کا ضیاع انتہائی قابل افسوس اور پریشان کن امر ہے۔ امارت اسلامیہ نے عام لوگوں کے نقصانات کی روک تھام کے لیے خصوصی اور بااختیار کمیشن تشکیل دیا ہے۔ مجاہدین اور عام شہریوں کو چاہیے اس کمیشن سے ہمہ پہلو تعاون کریں تاکہ جنگوں میں عام لوگ نقصان سے بچ سکیں۔ اگر کسی کو کوئی نقصان پہنچے تو اس کا ازالہ کیا جا سکے اور مستقبل میں ایسے نقصانات کی روک تھام کی جا سکے۔

اسی طرح مقابل فریق سے بھی کہتا ہوں کہ عام لوگوں کے قتل، تشدد اور ایذا رسانی سے باز آجائیں۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ اب بھی مقابل فریق کی کارروائیوں، بمباریوں، میزائل حملوں اور دیگر حملوں میں ہمارے عام شہری مارے جا رہے ہیں اور انہیں نقصانات پہنچائے جا رہے ہیں جو کسی صورت قابل برداشت نہیں ہے۔

مجاہدین بھائی اپنے عوام کے ساتھ بہتر اور نرم رویہ رکھیں۔ یہ قوم بہت تھک چکی اور بہت تکالیف اٹھا چکی ہے۔ ہم سب ان سے رحم وشفقت سے پیش آئیں۔ کہیں بھی کسی بھی شخص پر ظلم اور زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کہیں کسی کی جانب سے آپ پر ظلم وزیادتی بھی ہو جائے تو بھی ہمیں چاہیے کہ بہت تحمل سے کام لیں، اپنے عوام کی قدر کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی اعمال پر بہت توجہ دیں۔ تمام نمازیں باجماعت ادا کریں، گناہوں سے خود کو بچائیں اور اسی طرح کامیابی کے مرحلے پر کوئی غرور اور تکبر تم سے سرزد نہ ہو۔ بلکہ لازم ہے کہ اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کریں اور اس کی طرف اور زیادہ توجہ دیں مزید اللہ تعالیٰ سے نصرت کی طلب میں اضافہ کریں اور توکل کریں۔

آخر میں ایک بار پھر عید الفطر کی مناسبت سے پوری قوم کو مبارک دیتا ہوں۔ صاحب حیثیت اور دولت مند شہریوں سے امید رکھتا ہوں کہ ان مبارک لحات میں اپنے ملک کے غریب، یتیم، معذور، بے سہارا اور محتاج شہریوں سے تعاون کریں۔ خصوصاً اس سال ملک میں خشک سالی ہے۔ لوگوں کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ کرونا کی وبا ایک اور سانحہ ہے جس کا ہماری قوم سامنا کر رہی ہے۔ اس لیے حتی الوسع اس مظلوم قوم سے تعاون کریں۔ اسی طرح رفاہی وخیراتی ادارے اور عالمی تنظیموں کو چاہیے کہ لوگوں سے ہر طرح کے تعاون پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں اور ان کی مدد کریں۔

والسلام

زعیم امارت اسلامیہ

امیرالمؤمنین شیخ الحدیث مولوي ہبۃ اللہ اخندزادہ

۱۴۴۲/۹/۲۷ھ

2021/5/9ء

امریکا اور اس کے اتحادیوں نے انخلا کی بجائے دھوکا دیا تو ایک بڑی جنگ ہوگی۔

ہم آج بھی اپنے اسی موقف پر قائم ہیں، کسی مسلمان کو ہاتھ پاوں باندھ کر کسی کافر کے حوالے نہیں کریں گے۔

شفاف انتخاب نام کی کوئی چڑیا پوری دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ الیکشن مسائل حل کرنے کے بجائے ہر پانچ سال بعد نئے بحرانوں کو جنم دیتا ہے۔

دنیا بھر میں انتخابات کے نتائج پر طاقت، دولت، دھوکہ دہی، جھوٹ اور اداروں کا کنٹرول اثر انداز ہوتا ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد کی افغان ٹی وی سے تفصیلی گفتگو۔

سوال: لوگ افغانستان کے مستقبل کے بارے میں تحفظات رکھتے ہیں۔ ان کے لیے طالبان کی جانب سے رسمی طور پر کیا اطمینان اور کیا موقف ہے؟

جواب: بسم اللہ الرحمان الرحیم. حامدا ومصلیا امابعد! ایک بات تو یہ ہے کہ ہمارا ملک اور ہماری قوم گزشتہ بیس سال سے جارحیت کا شکار ہے اور مختلف مسائل ومشکلات کا سامنا کر رہی ہے۔ تو جب جارحیت ختم ہوگی اور استعماری قوتیں افغانستان چھوڑ کر جائیں گی تو قوم کو یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ موجودہ حالت سے اچھی حالت میں جائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملک کے اعلی مفادات کا تحفظ، تعمیرِ نو، اتحاد واتفاق اور امن وامان کا قیام ہماری اولین ترجیح ہے۔ اس لئے وطنِ عزیز کے باسیوں کو کوئی تشویش نہیں ہونی چاہیے۔

ہمیں پتہ ہے کہ گزشتہ بیس سال سے ہمارا تصور غلط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے بارے میں لوگوں کو غلط ذہنیت دی گئی ہے۔ ہمارے خلاف عسکری میدان کے علاوہ فکری جنگ بھی جاری تھی۔ پروپیگنڈا مہم ہمارے خلاف چلائی گئی ہے لیکن ملک وملت کے افراد کو ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم ہی اس قوم کے اصل فرزند ہیں۔ ہم نے ہی اس ملک کی آزادی کے لئے جد وجہد کی ہے اور ہم ہی اس ملک کی تعمیر نو کریں گے۔ اور اس قوم کے اتحاد واتفاق کے لیے بھی جد وجہد کریں گے۔ ان شاءاللہ۔

سوال: لوگوں کو یہ تشویش ہے کہ بیرونی افواج کے انخلاء کے ساتھ شاید طالبان کے موقف میں سختی آجائے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں یہ تشویش بجا ہے؟

جواب: تشویش کو اپنے ذہن میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ بیرونی قوتیں تو اجنبی ہیں۔ جب وہ یہاں سے جائیں گی تو ہمارے ملک کو استقلال حاصل ہوگا، آزادی حاصل ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم آئیں گے تو ہم کسی کے خلاف محاذ نہیں کھولیں گے۔ سر دست اس وقت پالیسی یہ ہے کہ جو لوگ گزشتہ بیس سال سے ہمارے خلاف بر سرپیکار تھے ان کے ساتھ بھی ہم مفاہمت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ مذاکرات کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اتفاق رائے تک پہنچ جائیں۔ البتہ یہ شرط ضرور لگاتے ہیں کہ قومی مفادات اور اسلامی اقدار کو مد نظر رکھتے ہوئے معاملات آگے بڑھانے چاہییں۔ اس دائرہ کار میں ہم ان تمام مخالفین کے ساتھ، جو ہمارے خلاف جنگ میں شریک رہے ہیں اور اس پورے عرصہ میں امریکی جارحیت پسندوں کے شانہ بشانہ رہے ہیں، مذاکرات اور مفاہمت کرتے ہیں اور اسی دائرہ کار میں ہم انہیں اپنا بھائی تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ اور انہیں اطمینان دلاتے ہیں۔

ان کے علاوہ عوام کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں، وہ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم ان کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہمارا شب وروز انہیں کے درمیان ہے۔ ہماری ان

سے ملاقاتیں اور صبح شام کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ اس لئے وہ کسی بھی وہم کے شکار نہیں ہیں۔ البتہ جو ہماری مخالفت میں پیش پیش رہے ہیں انہیں ڈر ضرور ہوگا لیکن ہم انہیں بھی اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم جنگ کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مذاکرات کے ذریعہ ایسا نظام قائم کریں جس میں ہر افغان کے لئے جگہ ہو۔ اور ایک ایسا مقتدر اسلامی نظام ہو جس کے سایہ تلے سب کو مساوی حقوقِ زندگی حاصل ہوں۔ اور سب اچھے مستقبل کے لئے کام کر سکیں۔

سوال: دوحامعاہدہ کی بنیاد پر یکم مئی تک تمام بیرونی افواج کا انخلاء ضروری تھا۔ اسی دوران آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ نہ نکلے تو ممکن ہے کہ ہم پھر سے ان کے خلاف ہتھیار اٹھالیں گے اور پھر جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری امریکا پر عائد ہوگی۔ اب امریکا نے اعلان کیا ہے کہ یکم مئی کی بجائے وہ گیارہ ستمبر تک انخلاء مکمل کرے گا۔ جس پر آپ نے پھر وہی ردعمل دیا۔ اس پر امریکا نے بھی جواب دیا کہ اگر ہمارے افواج پر نکلنے کے وقت حملہ ہوا تو سخت ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ بتادیجیے کہ آپ کے ارادے کیا ہیں؟

جواب: اس حوالہ سے دوحامعاہدہ بہت ہی بہترین اور مفید متن تھا، اس سے انحراف نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ بہت افسوس ناک امر ہے اور اس سے امریکا کے عالمی ساکھ کو نقصان پہنچا ہے۔ یکم مئی تک انہیں مکمل انخلاء کر لینا چاہیے تھا مگر انہوں نے اپنا اعتماد گنوالیا۔ اب انہوں نے حکومت کی تبدیلی کی بنیاد پر کچھ تیکنیکی مسائل کی وجہ سے کچھ مہینے اور وقت مانگ لیا ہے۔ تاکہ اس میں خود امریکا اور اس کے اتحادی انخلا مکمل کر سکیں۔ تو یہ افسوس کا مقام ہے کہ انہوں نے معاہدہ کی پاسداری نہیں کی۔ انہوں نے پہلے بھی چند دفعہ خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا تھا اور اب مقرر وقت پر نہ نکلنا بھی ایک خلاف ورزی ہے۔ لیکن اس طرح کی خلاف ورزیاں اس لئے برداشت کی جارہی ہیں کیوں کہ افواج کا انخلاء تمام مسائل کا حل ثابت ہو سکتا ہے اور اس سے افغانستان کی آزادی وابستہ ہے۔ اور اسی میں افغانستان کا مفاد بھی ہے۔ اس لیے اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ وہ واقعی انخلاء چاہتے ہیں تو پھر ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے رویہ میں تبدیلی لائیں اور کچھ وقت دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن اگر ان کا مقصد صرف حیلے بہانے ہیں اور حقیقت میں وہ انخلاء سے پہلو تہی کر رہے ہیں تو پھر ظاہر ہے اور یقینی بات ہے کہ ہم ان کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے اور عسکری بنیادوں پر انہیں جواب دینگے اور بہت بڑی جنگ کی طرف لوٹیں گے۔ کیونکہ سیاسی طریقے نے تو کوئی فائدہ نہیں دیا اور مسلسل خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔

سوال: یعنی آپ کو اب بھی خطرہ ہے کہ گیارہ ستمبر تک بھی امریکا افغانستان سے کلی طور پر نہیں نکلے گا؟

جواب: اب تک امریکی صدر، اس کے اتحادیوں اور نیٹو اتحاد کے اہم ارکان کا کہنا تو یہی ہے کہ وہ نکلیں گے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ مقررہ مدت سے پہلے پہلے نکلیں گے۔ لیکن امریکا کی سابقہ مکرر خلاف ورزیاں دیکھ کر یہ ناممکن نہیں ہے کہ ایک دفعہ پھر وہ خلاف ورزی کریں اور مقررہ وقت پر نہ نکلیں۔ یہ اعتماد وہ کھو چکا ہے۔ تو اگر ایسا ہوا پھر بلاشبہ حالات کی ذمہ داری ان پر ہو گی۔

سوال: آپ نے اپنے حالیہ بیانات میں کہا ہے کہ جب تک ایک غیر ملکی فوجی بھی افغانستان میں موجود ہے، آپ کسی بھی ایسی کانفرنس میں شرکت نہیں کریں گے جس میں افغانستان کے مستقبل کے حوالہ سے فیصلہ کیا جائے، تو جو کانفرنس ترکی میں منعقد ہو رہی ہے اس میں شرکت نہیں کریں گے؟ یا آپ کا موقف تبدیل ہو گیا ہے؟

جواب: ابھی تک ہم اپنے موقف پر برقرار ہیں۔ کیونکہ ترکی کانفرنس ہمارے معاہدے میں شامل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس حوالہ سے ہم نے کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہے۔ ہم نے بڑا واضح موقف اپنایا ہے کہ دنیا بھر میں اگر کہیں کوئی ایسی کانفرنس منعقد ہوتی ہے جس میں افغانستان کے مستقبل کے بارے میں فیصلے ہوتے ہیں اور استعماری قوتیں ملک میں موجود ہوں تو ایسے کانفرنس اور اجتماعات میں ہم شرکت نہیں کریں گے۔ کیونکہ ایسی صورت میں افغان بیرونی ایجنڈے کے دباو میں ہونگے۔ اور ہم بلاشبہ کسی بیرونی دباو کو قبول نہیں کرتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ افغان ہی افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ بالکل آزادانہ فضا میں طے کریں۔

سوال: امریکا، اقوام متحدہ اور دیگر ممالک نے آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ اس کانفرنس میں ضرور شرکت کریں۔ تو کیا ان سب کا دباو مسترد کیا جائے گا؟

جواب: یہ سب اس امر کا مطالبہ کرتے ہیں جو ان کے مفادات کا تحفظ کرتا ہو، لیکن ہم پر اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتے۔ ہم صرف وہی مطالبہ قبول کریں گے جس میں ہمارے اجتماعی مفاد کا تحفظ ہو۔ افغانستان کے مفادات کا تحفظ ہو اور ہمارے مقاصد کی تکمیل کر سکتی ہو۔

سوال: ایک چیز جو بہت ہی قابل غور ہے وہ یہ کہ افغان حکومت سمیت بہت ساری سابقہ جہادی تنظیمیں یہ کہتی ہیں کہ اگر طالبان نے مذاکرات کے بجائے جنگ کا

انتخاب کیا تو وہ تنظیمیں ان کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گی۔ تو یہ چیز آپ کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہوں گی؟ کیونکہ افغان حکومت سے تو پہلے آپ دست و گریبان ہیں اوپر سے ان تنظیموں سے بھی ٹکر لینا پڑے جبکہ وہ حکومت میں بھی بڑا حصہ رکھتی ہیں اور وسائل سے بھی مالا مال ہیں؟

جواب: میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ ہم جنگ کے طرفدار نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سارے مسائل مذاکرات اور مفاہمت سے حل کریں۔ بالخصوص اس وقت جبکہ استعمار کا خاتمہ ہو رہا ہے اور فضا مکمل افغانی بن رہی ہے۔ تو اچھی بات یہ ہے کہ اندرونی معاملات اور تنازعات میں مفاہمت کا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور اسی کے ذریعہ حل تلاش کیا جائے۔ یہ ہماری اولین ترجیح ہے۔ لیکن اگر کوئی مفاہمت سے انحراف کرتا ہے اور ہمارے کلیدی اہداف و مقاصد کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے جو شرعی احکام کی تنفیذ اور اسلامی نظام کے قیام پر مشتمل ہیں تو پھر ہم جنگ کی راہ لیں گے اور یہ جنگ پھر ایسی جنگ نہیں ہوگی کہ اس کے بعد پھر ان لوگوں کو شر و فساد کے قیام کا موقع ملے گا یا پھر یہ ہمارے خلاف کھڑے ہو سکیں گے۔ کیونکہ قوم ہمارے ساتھ ہے۔ ہر صوبہ میں ہمارے مجاہدین موجود ہیں اور ہمارے طاقتور محاذ قائم ہیں۔ ایسے مجاہدین جو ایمانی قوت و طاقت سے لیس ہیں۔ دنیا شاہد ہے کہ ہم نے استعماری قوتوں کو شکست دی ہے۔ اس لیے داخلی کٹھ پتلیوں کو بھی سمجھ جانا چاہیے اور اس عظیم قوم کے ارادوں کے خلاف مقابلے کا نہیں سوچنا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہوگی۔

سوال: یہی تو وہ بات ہے جس کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ نے بڑی طاقت کو شکست دی ہے تو اندرونی تنظیمیں وغیرہ آپ کو ہیچ نظر آ رہی ہے لیکن وہ بھی دھمکیاں دیتے ہیں کہ ہم طالبان سے زیادہ مضبوط ہیں اور بہت کچھ کر سکتے ہیں یا تو حکومت کے پشتیبان بنیں گے یا پھر مستقل طور پر اپنا دفاع کریں گے، تو کیا خیال ہے یہ جان بوجھ کر خانہ جنگی کی طرف ملک کو دھکیلا نہیں جا رہا؟ یا پھر ملک کو تقسیم کرنے کی سازش نہیں ہو رہی؟

جواب: میں نے کہہ دیا کہ جنگ ہم نہیں چاہتے، ہم اندرونی مسائل کو مذاکرات سے حل کرنے پر زور دیتے ہیں، یہ ہمارا ابھی تجربہ ہے اور مقابل فریقوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ مذاکرات مفید ہیں اور جنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے، لیکن جنگ کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب ہم بالکل مجبور ہوتے ہیں یعنی جب کوئی ہمارے اعلیٰ اور کلیدی مقاصد کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے پھر وہ کوئی بھی ہو، بلاشبہ پھر ہم اس کے خلاف عسکری آپشن اپنائیں گے۔ اور اس راستہ سے ہم اس رکاوٹ کو دور اس لئے کر سکتے ہیں کہ اب وہ پہلا شر و فساد کا دور اور زمانہ نہیں ہے۔ نوے کی دہائی نہیں ہے۔ اب ہم بدخشان سے فاریاب، قندوز، مزار، ہرات اور پھر ہلمند، قندہار، کنڑ اور ملک کے طول و عرض میں اپنے جبہات اور مجاہدین رکھتے ہیں۔ جو آزمودہ کار سپاہی ہیں۔ بیس سال سے جنگ کے نشیب و فراز سے نبرد آزما رہے ہیں، تربیت ہوئی ہے اس لئے کوئی اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ پھر کوئی ہمارا مدمقابل بنے گا۔ یا ہماری راہ میں رکاوٹ بنے گا۔ اب ہر جگہ ہمارے فعال مجاہدین موجود ہیں جو صورتحال کو بہت جلد کنٹرول کر سکتے ہیں۔ پھر یہ تنظیمیں بھی اپنی سابقہ حالت پر نہیں ہیں۔ پہلے یہ مجاہدین تھے، انہیں روس کا دشمن اور اسے شکست دینے والے سمجھا جاتا تھا۔ جہاد کا علمبردار گردانا جاتا تھا۔ لیکن اب ان کی شہرت امریکی غلاموں کی ہے۔ اب ہر کوئی انہیں جانتا ہے کہ یہ امریکا کے کٹھ پتلی ہیں۔ بیس سال سے امریکی افواج کے شانہ بشانہ رہے ہیں۔ اس لیے لوگ اب ان کے پیچھے کھڑے نہیں ہونگے، سوائے ان گنے چنے افراد کے جو منشیات کے عادی ہیں یا قومی خزانے کو لوٹنے والے لٹیرے ہیں۔ باقی سنجیدہ طبقہ ان کی پشت پناہی نہیں کرے گا۔ اس لیے اچھی بات یہ ہے کہ جنگ کی راہ سے اجتناب کیا جائے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں اور جانب مقابل کو بھی چاہیے کہ اپنے گریبان میں جھانکے اور داخلی مسائل کو مذاکرات سے حل کرنے پر توجہ مرکوز کرے۔

سوال: یہاں ایک تجزیہ یہ بھی ہے کہ طالبان چونکہ خود کو فاتحین سمجھتے ہیں، جس طرح آپ نے ابھی یہ اظہار بھی کیا اس لئے وہ اقتدار کلی شکل میں اپنا حق سمجھتے ہیں۔ تو آپ کیا سمجھتے ہیں مکمل اقتدار آپ چاہتے ہیں یا موجودہ حکومت میں شمولیت اور یا پھر ایک نئے نظام کا حصہ بننا چاہیں گے؟

جواب: یہاں دو باتیں ہیں۔ بلا شک و شبہ ہم نے امریکا، نیٹو اور تمام اتحادیوں کو شکست دی ہے اور قوم کی نمائندگی میں ہم نے ایک کامیاب جنگ لڑی ہے اس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے، یہ اب تاریخ کا حصہ بن گیا ہے۔ کوئی شخص اس کو مسخ نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم اندرونی مفاہمت کا کہتے ہیں یا ہمہ شمول نظام کا کہتے ہیں تو اس کا مطلب ایک ایسا نظام ہے جس میں افغان قوم کا ہر طبقہ اپنی جگہ، اپنی حیثیت اور اپنا مقام دیکھ سکتا ہے۔ مختلف طبقات اس میں موجود ہوں۔ ایسا نظام جس میں ہر افغان کی نمائندگی ہو اور کوئی طبقہ محروم نہ رہے کہ پھر بعد میں دردِ سر بنے۔ مفاہمت کا لفظ جب بھی آتا ہے تو اس کا مطلب یہی مذکورہ نظام ہے جس میں

سب لوگ ذمہ دارانہ طور پر معاملات آگے بڑھائیں، نظام کو نجات دہندہ اور تعمیر وترقی کا ضامن بنائیں نہ یہ کہ اپنے ذاتی امتیازات حاصل کرنے کا ذریعہ۔ مقصود خدمت ہو، کرسی کی ہوس نہ ہو۔ پیسے بٹورنے کی بجائے ذمہ داری کا احساس اور قوم کے امن وامان اور ملک وملت کی ترقی کی سوچ ہو۔ چالیس سال سے یہ ملک وملت جس درد وکرب سے گزر رہے ہیں اس کے علاج کی سوچ ہو نہ یہ کہ اس درد میں اضافے کا باعث بنا جائے۔ پوری قوم کی بجائے محض اپنی ذات اور خاندان پر انحصار نہ ہو۔ اس طرح کے نظام کے لئے ہم کوشاں ہیں۔

سوال: اس نظام میں پھر مرکزی کردار کس کا ہوگا؟

جواب: میں نے عرض کیا کہ یہ مذاکرات کی میز پر حل ہو جائے گا کہ مرکزی کردار کس کا ہوگا اور مرکزیت کس کی ہوگی؟ اس وقت میں یہ نہیں کہہ سکتا اور تعیین نہیں کر سکتا۔ ترجمان کی حیثیت سے مجھے مذاکراتی ٹیموں کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اچھی بات یہ ہے کہ اس بات کو مذاکرات کے لئے چھوڑ دیں۔ وہاں پر جانبین فیصلہ کریں گے کہ مرکزی کردار کس کا ہوگا؟ غیر مرکزی کس کا ہوگا؟ مساوی کردار جس کا ہوگا پھر وہ اتفاق رائے تک پہنچیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ بحران کی طرف جائیں اور عدم اعتماد کا باعث بنیں۔

سوال: چند دن پہلے اشرف غنی کے نائب اول نے بیان دیا کہ طالبان ہمارے نظام میں ایک جز کی حیثیت سے شامل ہونگے کل کے طور پر وہ قابل قبول نہیں ہیں۔ اب حکومت کا موقف یہ ہے اور آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ مذاکرات میں ہوگا۔ تو پھر حکومت کے موقف کے ساتھ آپ کس طرح کا رویہ رکھیں گے؟

جواب: افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کابل انتظامیہ میں اب بھی چند شر پسند اور جنگ طلب عناصر موجود ہیں جو جنگ کی آگ بھڑکا دیتے ہیں اور پھر اسے پایہ تکمیل تک بھی نہیں پہنچا سکتے۔ ان پر توجہ نہیں دی جانی چاہیے۔ قوم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے مفادات کیا ہیں؟ ملک کے منافع کہاں ہیں؟ امارتِ اسلامیہ بھی اس قوم کے مفادات کے لئے کوشاں ہے۔ اس قوم کے امن وامان کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ اس قوم کو چالیس سال سے جو تکالیف ملی ہیں ان کے ازالہ کے لئے حرکت میں ہے۔ تو ان سب قربانیوں کی وجہ سے ہم نہیں چاہتے کہ بحرانوں میں پڑ جائیں۔ یا پھر اس بات پر کہ مرکزیت کس کی ہوگی جنگ کی راہ اختیار کرلیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ مناسب یہی ہے کہ یہ فیصلہ مذاکرات پر چھوڑ دیں۔ مذاکرات میں دونوں جانب سے ایسے افراد موجود ہیں جو جانبین کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ دونوں جانب افغان ہونگے۔ قومی اقدار اور ملکی مفادات پر ان کی نظر ہوگی۔ اشخاص وافراد کوئی اہم ایشو نہیں ہونگے۔ اور جو لوگ جنگ چاہتے ہیں ان کی باتیں ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اس لئے تبصرہ کرنا بھی نہیں چاہتے۔

سوال: اشرف غنی کا کہنا ہے کہ انتقال اقتدار انتخابات کے ذریعہ ہوگا۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ انتخابات پر اعتماد نہیں۔ ابھی گزشتہ دنوں آپ کے سیاسی دفتر کے ترجمان جناب ڈاکٹر نعیم نے کہا کہ انتخابات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی دلیل انہوں نے یہ بیان کی کہ چالیس ملین کی آبادی میں آٹھ لاکھ کے ووٹوں کی بنیاد پر کسی کو قیادت کے انتخاب کا حق کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ اس پر حکومت کا موقف یہ ہے کہ لوگوں کی کم تعداد میں شرکت آپ کے حملوں کی وجہ سے تھی ورنہ تو بہت بڑی تعداد اس مرحلہ میں شریک ہوتی۔ آپ کیا کہتے ہیں کیا انتخابات میں شریک ہونگے یا نہیں؟

جواب: ہم نے ہر وقت کہا ہے کہ حکومت کا انتخاب ہم اسلامی طریقہ سے کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسلام میں حکومت کے انتخاب کا اپنا شورا اور اسلامی طریقہ موجود ہے، جو کہ بااعتماد ہے اور اس میں کامیابی اس لئے ممکن ہے کہ اہل الحل والعقد لوگوں کے ذریعہ قیادت کا انتخاب ہوتا ہے جو بلاشبہ نجات دہندہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کے مقابل کابل انتظامیہ جس طرح کے انتخابات کی بات کرتی ہے یہ انتخابات ملک کو بحرانوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں اور گزشتہ بیس سال میں ہم نے اس کا بارہا تجربہ کرلیا، اور مشاہدہ یہ ہوا کہ یہ انتہائی ناکام طریقہ ہے۔ دو دفعہ امریکی وزیر خارجہ کو آنا پڑا اور اس نے آکر اپنی مرضی کی حکومت تشکیل دی، اقتدار دونوں افراد میں تقسیم کرلی۔ ابھی گزشتہ انتخابات میں آپ نے ایک نوجوان، ذمہ دار اور ملک کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے صحافی کی حیثیت سے دیکھا ہوگا کیا ایک دن میں دو جگہ ایک ہی کرسی کے لیے حلف برداری کی تقریب منعقد نہیں ہوئی؟ ایوانِ صدر کی ایک دیوار کے ساتھ ایک تقریب چل رہی تھی اور دوسری دیوار کے ساتھ دوسری، اگر ہر پانچ سال کے بعد ہم ملک کو اس طرح کے بحران کی طرف لے جائیں گے اس سے تو ہم خود تباہی کی راہ ہموار کریں گے۔ تو اس راہ کا ہم کیوں انتخاب کریں جس کا نتیجہ نہ ہو؟ جس میں لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیا جا رہا ہو؟ کیا انہیں انتخابات میں لوگوں کو یہ وعدہ نہیں دلایا گیا کہ سو دن میں تمہاری تقدیر بدل جائے گی اور آسمان سے من وسلویٰ اترے گا۔ لیکن ہم نے وہ سو دن بھی دیکھے کیا ہوا؟ کس کی تقدیر بدلی؟ تو کیا قوم کا وہ طبقہ جس

نے جہاد کیا ہے، علماء وصلحاء ہیں، نیک نامی میں شہرت رکھتے ہیں، وہ اپنی قوم سے اس طرح جھوٹ بول سکتے ہیں؟ اس طرح کا فریب اور دھوکہ دے سکتے ہیں؟ اور کیا یہ ان کی شان کے مناسب ہوگا؟ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ان راہوں کا انتخاب کریں جو آزمائے ہوئے ہیں اور ناکام ہیں، کابل انتظامیہ کس منہ سے انتخابات کا نام لیتی ہے۔ وہ کہتے ہیں ناکہ نکٹو کو شرم اگر ہوتی تو چھری کا نام کبھی نہ لیتا۔ کابل انتظامیہ نے جب بھی انتخابات کا ڈرامہ رچایا ہے انتہائی ناکامی اور سبکی کا سامنا ہوا ہے۔ الیکشن کمیشن کے سربراہان اب تک جیلوں میں ہیں مقدمات بھگت رہے ہیں۔ پھر بھی انتخابات کا نام لینا میں سمجھتا ہوں باعث شرم اور ناکام ترین راستے کا انتخاب ہے۔ یہ جنگ زدہ قوم امن کی تلاش میں ہے انہیں امن دیا جائے اور اس بحرانی کیفیت سے نکالا جائے۔ جب امن قائم ہو جائے تو پھر افغان خود ہی نظام کا انتخاب کریں گے۔ لیکن اس وقت جبکہ ہم بحران سے نکل رہے ہیں اور جنگی کیفیت سے امن کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں اسلامی نظام کے علاوہ اور کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتا، اور بہتر یہ ہے کہ قوم کے علماء اور ماہرین ہی شوریٰ کے ذریعہ قیادت کا انتخاب کریں۔

سوال: اصرار یہ کیا جارہا ہے کہ قوم کو انتخاب کا حق دیا جائے لیکن آپ کہتے ہیں کہ انتخابات ناقابل اعتماد ہیں، اسی لیے تو الیکشن کمیشن کے ارکان ابھی تک جیلوں میں ہیں، تو اگر عالمی برادری اپنی نگرانی میں انتخابات کروائے اور ان کی نگرانی میں شفافیت سے انتخابات ہو جائیں تو کیا آپ شرکت کریں گے؟ دوسری بات یہ ہے کہ بقول آپ کے ستر فیصد علاقے پر آپ کا کنٹرول ہے تو ممکن ہے زیادہ ووٹ آپ کے حق میں استعمال ہو جائیں، اگر عالمی برادری کی شفاف میکانزم کے تحت انتخابات ہوں جیسا کہ عالمی برادری کا اصرار بھی ہے کہ انتخابات ہی کے ذریعہ حکومت کا انتخاب ہو تو پھر آپ تیار ہونگے؟

جواب: میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی ایسا شفاف میکانزم عالمی سطح پر بھی نہیں ہے جو لوگوں کو جواب دہ ہو۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے امریکا میں انتخابات ہوئے اور اس کے نتیجہ میں بحران شروع ہوئے جس میں روزانہ سات آٹھ افراد قتل ہو رہے ہیں۔ وہاں ٹرمپ کے حمایتی سب ناراض ہیں، مظاہرے کر رہے ہیں، فائرنگ کر رہے ہیں جس سے لوگ زخمی ہو جاتے ہیں جس کا مطلب واضح طور پر یہ ہے کہ وہاں بھی انتخابات شفاف نہیں تھے تو جب امریکا جیسے ملک میں شفاف نظام نہیں ہے پھر جنگ زدہ افغانستان میں شفافیت کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ہمسایہ ملک پاکستان میں ہم نے انتخابی مرحلہ دیکھا، جس پر وہاں کے عوام کی اکثریت کو اعتراض ہے کہ یہ شفافیت سے محروم تھا، دھاندلیوں سے بھرپور تھا، وہاں عوام کی اکثریت کا کہنا ہے کہ اس میں اس طبقہ کی جیت ہوئی جو کسی صورت عوام کا نمائندہ نہیں ہے اور برعکس عوامی نمائندے پیچھے دھکیلے گئے۔ ایران میں کچھ عرصہ قبل انتخابات ہوئے جس کے بعد مظاہرے شروع ہوئے، جس نے تہران واصفہان سمیت پورے ایران کو ہلا کر رکھ دیا اور ایک نئے بحران کا ایران کو سامنا کرنا پڑا۔ متعدد ممالک میں یہ طرز عمل دیکھنے میں آیا۔ دراصل انتخابات کے طریقہ سے کوئی حقیقی نمائندہ سامنے آ ہی نہیں سکتا۔ اس میں شفافیت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس میں اصول یہ ہے کہ جس کے پاس پیسہ اور طاقت ہو، جو لوگوں کو ورغلا سکتا ہو وہی کامیاب ہے۔ پھر اس کی بنیاد اس خطے میں رکھی گئی ہے جسے اسلام کے سرچشموں سے سیرابی نہیں ہوئی۔ اسلام سے انہیں کوئی موافقت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہمیں ایسے نظام کی طرف نہیں جانا چاہیے جو دھاندلیوں کا مجموعہ ہو اور بحرانوں کی طرف ملک کو لے جاتا ہو۔

سوال: آپ اسلامی نظام چاہتے ہیں تو کچھ تشریح کیجئے کس طرح کا اسلامی نظام؟ جبکہ روس میں امریکا، چین، روس اور پاکستان نے مشترک طور پر امارتِ اسلامیہ کو مسترد کیا ہے؟

جواب: ہم جو بھی نظام چاہتے ہیں وہ بیرونی ممالک کے لئے نہیں بلکہ افغانستان کے لئے چاہتے ہیں، تو پھر بیرونی ممالک کو کیا حق ہے کہ وہ ایک نظام کو مسترد کر رہے ہیں۔ ان کی اس طرح کی باتیں افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے اور اس سے انہیں باز رہنا چاہیے۔ کم از کم ہماری چالیس سالہ جدوجہد آزادی سے عبرت حاصل کرلینا چاہیے۔ ایران ہو پاکستان ہو، امریکا ہو، یا کوئی بھی ملک، ہم کسی کو بھی اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ حق افغانوں کا ہے کہ وہ کس طرح کا نظام چاہتے ہیں۔ جب وہ مذاکرات کی میز پر بیٹھیں گے تو یہ فیصلہ کریں گے۔ ان افغانوں میں دانشور، علماء، شریعت وقانون کے ماہرین اور ہر سطح کے لوگ موجود ہیں اور یہ اپنا فیصلہ خود کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور وہی اپنا فیصلہ کریں گے۔

بیرونی ممالک ہم پر ایک حق رکھتے ہیں کہ ہم انہیں اپنے ملک کی سرزمین کو ان کے خلاف استعمال نہ ہونے کی یقین دہانی کرائیں اور ان سے بہتر سفارتی تعلقات قائم کریں۔ بلاشبہ یہ ان کا حق ہے، اس کے علاوہ انہیں ہرگز یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ ہمیں ہمارے طرز نظام کے بارے میں بتائیں۔

جس طرح ہم دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے اور یہ نہیں کہتے کہ فلاں ملک کا صدارتی نظام ہمیں منظور نہیں ہے، فلاں ملک میں دھاندلی زدہ انتخابات مسترد کرتے ہیں اور فلاں ملک میں وہ چیز منظور نہیں۔اسی طرح دوسروں کو بھی کسی صورت اجازت نہیں دیتے اور ان کی اس طرح کی حرکت کی شدید مذمت کرتے ہیں۔

صحافی: سوال پھر بھی حل نہ ہوسکا، کہ آخر آپ کا اسلامی نظام کن چیزوں سے بہرہ مند ہوگا؟ موجودہ نظام سے کیا تفاوت ہوگا؟ اور دنیا میں اس کی مثال کیا ہوگی؟

جواب: جب بھی ہم اسلامی نظام کا کہتے ہیں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اصول اسلامی ہونگے۔ طریقہ انتخاب اسلامی ہوگا۔اور جتنے قوانین عمل درآمد کے لیے پیش کئے جائیں گے وہ سب اسلامی ہونگے۔حاکم صرف شریعتِ خداوندی ہوگی۔اب وہ میکانزم جس میں امیر، وزیر اور شوریٰ کے لئے باقاعدہ دائرہ کار طے کیا جائے، یہ مذاکرات کے میز کی باتیں ہیں اور وہیں پر حل ہونگی۔وہاں جانبین میں ماہرین اور شریعت کے واقفین موجود ہیں وہ اسلام کی اساس پر ایک ایسا نظام قائم کریں گے جو ہماری امیدوں اور امنگوں کا جواب ہوگا۔

سوال: بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ آج آپ نے امریکا کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے اور اس کی رو سے آپ نے القاعدہ سے ہر طرح کی لاتعلقی کا اعلان کیا ہے اگر آپ بیس سال قبل اسامہ کو حوالہ کرتے اور القاعدہ سے لاتعلقی اختیار کرتے۔اپنا ملک انہیں امریکا کے خلاف استعمال کرنے سے روکتے تو آپ کا نظام برقرار رہتا۔امریکا نہ آتا اور بیس سال سے جاری یہ جنگ نہ ہوتی؟ کیونکہ امریکا نے اپنے لئے جواز یہ ڈھونڈا تھا کہ اسامہ حوالہ کردو۔تو کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اس وقت غلطی ہوئی تھی؟

جواب: جو سوال آپ نے اٹھایا بعینہ یہی شوشہ کابل انتظامیہ کے قومی سلامتی کے مشیر نے بھی گزشتہ دنوں چھوڑا۔اس لئے میں چند اصولی باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اور پوری قوم اسے دل وجان سے سنے! پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے اور امریکا کے درمیان معاہدہ میں بالکل یہ طے نہیں ہوا ہے کہ کس سے تعلقات رکھنے ہیں اور کس سے توڑنے ہیں، جو بھی یہ بات پھیلا رہا ہے وہ غلط کہہ رہا ہے اور سراسر جھوٹ ہے۔ہم نے یہ طے کیا ہے کہ کسی کو ہم اجازت نہیں دیتے کہ وہ سرزمین افغانستان کو امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال کرے۔اس پر معاہدہ ہوا ہے اور اسی میں سب کی خیر ہے۔اور وہ معاہدہ ہم نے اسی روز دنیا بھر کو دکھایا اور عام کر دیا۔آپ خود معاہدہ اٹھا کر دیکھیے وہاں عبارت یہ درج ہے کہ افغانستان کی سرزمین سے افغان اور غیر افغان کسی کو بھی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اسے امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال کرے۔ یہی بات ہم نے بیس سال پہلے بھی امریکا سے کی تھی کہ ہم اسامہ بن لادن اور اس کے کسی بھی ساتھی کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہماری سرزمین تمھارے خلاف استعمال کرے۔اور اس وقت اسامہ بن لادن پر بہت ساری پابندیاں اسی لیے لگی تھیں کہ وہ امریکا کے خلاف افغانستان سے کوئی اقدام نہ کرے۔امریکا جو اس وقت بار بار یہ مطالبہ کرتا تھا کہ اسامہ ہمارے حوالہ کردو۔ ہم نے اس وقت بھی کہا کہ آؤ مفاہمت اور مذاکرات کرو۔ہم نے اس وقت بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ ہم اپنی سرزمین استعمال ہونے نہیں دینگے۔جو لوگ ہمارے ہاں بطور مہاجر رہنا چاہتے ہیں تو رہنے دیں گے اور جو لوگ ہماری سرزمین غلط استعمال کرنا چاہیں گے اسے اجازت نہیں دینگے۔چنانچہ اسی بنیاد پر ہم نے ان عرب بھائیوں کو قرنطین کیا تھا۔ پھر وہ لوگ ہماری دعوت پر تو آئے نہیں تھے۔وہ تو روس دور کے جہاد سے یہاں مقیم تھے۔جس وقت دنیا بھی ان کی حمایت کرتی تھی اور یہ لوگ ہمارے ساتھ جہاد میں حصہ لینے اور ہمیں آزادی دلانے کے لئے آئے تھے۔ اس لئے انہیں محفوظ طور پر رہنے دینا ہماری دینی اور اسلامی ذمہ داری تھی جو ہم نے سرانجام دی الحمدللہ۔لیکن امریکا اس وقت بدمعاشی پر اتر آیا تھا۔دھمکیاں دے رہا تھا اور مذاکرات کے بغیر ہر حال میں وہ اسامہ کی حوالگی چاہتا تھا۔اور کہتا تھا کہ جو میں کہوں اسی طرح کرڈالو! تو ہم نے بھی ان کی بات ٹھکرادی۔

اسی طرح آج بھی ہم اپنے اصول پر قائم ہیں اور آج بھی اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ پیر باندھ کر کسی کافر ملک کے حوالہ نہیں کریں گے۔اگرچہ اس کے بدلہ ہمیں سو سال مزید جنگ کا سامنا کرنا پڑے۔ہم اصول رکھتے ہیں، دین رکھتے ہیں، اپنی عدالت رکھتے ہیں، کبھی کسی کو آقا تسلیم نہیں کریں گے، آج بھی کسی مہاجر بھائی کو حوالہ نہیں کریں گے، آج بھی وہی موقف ہے جو بیس سال پہلے تھا۔

اور یہ جو کابل انتظامیہ کے ارکان اور ترجمان لگے ہوئے باتیں کرتے ہیں انہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا۔یہ غلام ہیں غلامی کرتے ہیں اور سراسر جھوٹ بولتے ہیں۔ بات کی غلط تعبیر اور غلط نظریات قومی وسائل کا بر احتشر کر کے ملت تک پہنچاتے ہیں۔حالانکہ حقائق بالکل اس کے برعکس ہیں۔اس وقت تو یہ تھے بھی نہیں۔واقعہ کے شاہد نہیں ہیں۔اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ واقعی ہم اپنی سرزمین کو کسی کے خلاف استعمال نہیں ہونے دینگے اور اسی پر ہم نے معاہدہ کیا ہے۔اس کے علاوہ تعلقات وغیرہ کی کوئی بات

نہیں ہوئی ہے۔اگر چاہیے تو ابھی میں معاہدہ کا متن پڑھ لیتا ہوں ، کہ اس میں تعلقات بنانے اور توڑنے کے حوالہ سے کوئی بات نہیں ہے۔

پھر القاعدہ کے مجاہدین اس وقت افغانستان میں ہیں بھی نہیں۔ کیونکہ جس وقت یہاں امریکی حملہ ہوا تو اس کے بعد افغانوں کے علاوہ کوئی اور یہاں رہ نہیں سکتا تھا، اس لئے وہ اپنے ممالک چلے گئے اور عرب ممالک میں جا گزین ہوگئے۔افغانستان میں سرے سے ہیں ہی نہیں۔

اس لئے میں ایک دفعہ پھر کہتا ہوں کہ افغانستان کی سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں ہوگی۔افغانستان ایک مستقل مملکت کی حیثیت سے یہ ذمہ داری رکھتا ہے کہ خود بھی پرامن ہو اور ہمسایہ اور عالمی ممالک کے لئے بھی امن کا پیغام ہو۔ کیونکہ خطرہ اگر ہوتا ہے تو اس سے مسائل جنم لیتے ہیں اور یہی ضرورت بھی ہے اور شرعی ذمہ داری بھی لیکن یہ بات بھی آج مکرر کہتے ہیں کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے ہاتھ پیر باندھ کر کبھی کسی کے حوالہ نہیں کریں گے۔ آج بھی کہتے ہیں کہ تعلقات کے متعلق کسی سے کوئی بات نہیں کی ہے۔اس حوالہ سے جو کچھ کہا جاتا ہے پروپیگنڈے کے سوا کچھ نہیں ۔اور اس وقت اگر امریکا مذاکرات کے لئے آمادہ ہوتا تو ہم بہت جلد مسئلہ کا حل نکال سکتے تھے ، جنگ کی سرے سے ضرورت نہ ہوتی۔

سوال: بہت سے لوگوں کو یہ خدشہ ہے کہ جس طرح امریکا انخلاء کے لئے آئے روز نئی شرائط کا اضافہ کرتا ہے ایسا ہی طالبان بھی نئے نئے اضافے کرتے ہیں۔مثال کے طور روس میں منعقدہ پہلی کانفرنس کے دوران شیر محمد عباس ستانکزئی نے کہا کہ امریکا اگر وقت مقرر کر لے نکلنے کے لئے تو ہم مذاکرات اور جنگ ختم کرنے کے لئے تیار ہیں ، تو اب تو امریکا نے وقت مقرر کر لیا ہے اور گیارہ ستمبر تک نکل جائے گا، مگر پھر بھی آپ جنگ کو طول دے رہے ہیں تو کیا یہ متضاد پالیسی نہیں ہے؟

جواب: ایک بات یہ ہے کہ دوحا میں ہم نے جو معاہدہ کیا ہے اس پر ہم قائم ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ستانکزئی صاحب نے جس وقت بات کی تھی اس وقت ان کی بات نہیں مانی گئی تھی۔تو آج کا امریکی موقف اس وقت کی بات سے کسی طرح ربط نہیں رکھتا۔

دوحا معاہدہ کی رو سے یکم مئی تک انخلاء ضروری ہے اور یکم مئی کے بعد پھر ہم کسی چیز کے ذمہ دار نہیں، پھر ہماری مرضی جو کرنا چاہیں ، دوسری بات یہ ہے کہ اگر پھر بھی امریکا واقعی انخلاء چاہتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ ہم اسے راستہ دے دیں لیکن اگر وہ پھر بھی عہد شکنی کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر افغان قوم کو حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہیں اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔

سوال: پہلے آپ افغان فوج کو اس لئے مارتے تھے کہ بقول آپ کے وہ امریکا کے محافظ ہیں اور ان کے لئے حصار بنے ہوئے ہیں، لیکن اب تو ایسا کچھ نہیں، پھر آپ انہیں کس بنیاد پر مارتے ہیں اور اپنی اس جنگ کو کیا نام دیتے ہیں اور دلیل کیا بیان کرتے ہیں؟

جواب: ایک بات بطور اصول آپ نوٹ فرمالیں کہ جہاد اعلائے کلمہ اللہ کے لئے ہوتا ہے یعنی اس سے اللہ کا کلمہ بلند ہوگا۔اسلامی نظام حاکم ہوگا۔جہاد اس مقصد کے لیے فرض ہوا ہے۔جہاد کا ہدف حاصل ہونا ابھی باقی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مانع ختم ہوا اور استعماری قوتیں نکل رہی ہیں۔یعنی ہمارے نظام کے انہدام کا بنیادی سبب استعماری قوتوں کی دخل اندازی تھی، وہی قوتیں در آئی تھیں اور ہمارے نظام کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ہماری سرزمین کو یرغمال بنایا تھا۔ہماری فضا پر قابض ہوئی تھیں۔ اس وقت جن لوگوں نے ان کی حمایت کی تھی وہ بھی انہی کے حکم میں تھے۔ان کو قتل کرنا بھی بیرونی افواج کی طرح ضروری تھا۔یہ شرعی مسئلہ تھا جس کی بنیاد پر ہم چل رہے تھے ۔دوسری بات یہ ہے کہ اب اسلامی نظام نافذ ہونے والا ہے اس جہاد کے نتیجہ میں۔تو اگر اسلامی نظام کی حاکمیت کو فرصت مل رہی ہے اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہتھیار ہے وہ حقائق کا ادراک کر لیتے ہیں کہ اب ہمیں امریکا کی جانب سے سپورٹ نہیں ملے گی، وہاں سے اب تنخواہ نہیں ملے گی، اب استعماری ٹولہ جا رہا ہے اور افغان ہی باقی رہیں گے اس لئے اسلامی نظام کی راہ میں حائل نہیں بننا چاہیے ، بیس سال استعمار کے شانہ بشانہ رہے تو کفارہ کے طور پر اب اسلامی نظام کی فوج بنیں گے اور اسلامی نظام کے مدافعین ہونگے تو واقعا یہ خوش آئند بات ہوگی اور اس صورت میں ہم جنگ کبھی نہیں چاہیں گے۔ جس طرح کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ہم جنگ نہیں چاہتے اور نہ ہی جنگ کے طرفدار ہیں۔ ہم جنگ کی متبادل راہیں تلاش کر رہے ہیں اور مذاکرات و مفاہمت کی طرف جا رہے ہیں ، لیکن اگر جنگ کی راہ اپنائی گئی، ہمارے ہدف اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی گئیں، موجودہ شرپسندوں کا ٹولہ زبردستی اقتدار پر براجمان رہا، غصب، چوری، ڈاکہ ، کرپشن اور سینکڑوں برائیوں کی یہ جڑ پھر بھی اقتدار پر قابض رہے اور یہ افغان فوج انہیں کا دفاع کرتی رہی، پھر ظاہر ہے ہم ان سے لڑیں گے اور ہماری یہ جنگ بالکل جائز ہوگی۔ہم انہیں شرپسند سمجھ کر

مٹاناچاہیں گے کیونکہ یہ وہ فوج نہیں ہے جو افغانستان کے لیے باعث ہو اور ہم ان پر فخر کر سکیں۔ان کی تو بنیاد ہی استعمار نے ڈالی ہے۔ان کی یونیفارم استعمار زدہ ہے۔ان کا لباس، ان کا کھانا، ان کا لاجسٹک، ان کی سوچ و فکر اور ہتھیار سمیت سب کچھ وہی ہے جو استعمار نے انہیں دیا ہے۔اس لیے یہ فوج کوئی قابل فخر نہیں ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ ہم جنگ نہیں چاہتے، اس ملک کو دفاع کے لیے ایسی فوج کی ضرورت ہے جس طرح ہمارے فدائی مجاہدین ہیں۔جنھوں نے یہاں سروں کے نذرانے پیش کیے۔استعمار کو شکست دے دی اور ملک کی بنیادوں کا مردانہ وار دفاع کیا۔پھر بھی میں کہتا ہوں کہ ہم جنگ نہیں چاہتے لیکن اگر ہمیں جنگ پر مجبور کیا گیا۔ہمارے مقصد کے آگے رکاوٹ ڈالی گئی جو اسلامی نظام کی حاکمیت ہے تو پھر ہم لڑیں گے اور یہ لڑنا بالکل جائز ہوگا، اور ان رکاوٹوں کو ہم واجب سمجھ کر بیچ سے ہٹا کر رہیں گے۔

سوال: ٹھیک۔لیکن ایک چیز واضح ہونی چاہیے، یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ہر ملک کی اپنی فوج، پولیس اور سلامتی کے ادارے ہوتے ہیں، وہی افغانستان میں بھی ہیں، اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ ان اداروں کو ختم نہیں کرنا چاہیے گزشتہ دنوں حزب اسلامی کے سربراہ گلبدین حکمتیار نے بھی کہا کہ ان اداروں کو برقرار رکھنا چاہیے اور جس نے بھی آنا ہو وہ ان اداروں کے ساتھ ہو کر آئے تو کیا آپ جو نظام بنانے جا رہے ہیں اس میں ایک نئی فوج تشکیل دی جائے گی یا یہی فوج اور یہی ادارے برقرار رہیں گے؟

جواب: یہ بات ٹھیک ہے کہ ہر ملک کی فوج، پولیس اور ادارے ہوتے ہیں لیکن وہاں استعمار کے سایہ تلے ان کی بنیاد نہیں رکھی ہوتی، بلکہ وہ لوگ خود اپنی فوج اور اداروں کی تشکیل کرتے ہیں۔پھر وہ ایسی سپاہ ہوتی ہے جسے ملک کے مفادات عزیز ہوتے ہیں۔استقلال اور آزادی کی سوچ سے بہرہ مند ہوتی ہے۔غلامی کی بو تک انہیں نہیں پہنچی ہوتی۔غلام فکر سے آشنائی انہیں نہیں ہوتی۔

اگر ہم غلاموں کو اہمیت دینا شروع کریں پھر تو شاہ شجاع افغان بھی تھا، احمد شاہ ابدالی کا پوتا تھا، اس کے ساتھ بھی لشکر تھا، جس میں افغان شامل تھے لیکن اسے کسی نے قبول نہیں کیا اور ہر افغان نے اسے مسترد کیا، کیونکہ اس کی تشکیل استعمار نے کی تھی اور اپنے زیر سایہ اس کی تربیت کی تھی۔

موجودہ جتنے ادارے ہیں ہم انہیں ختم کرنا نہیں چاہتے، ہم جو مذاکرات کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم ان کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور ان سے جنگ کیے بغیر ایک حل نکالنا چاہتے ہیں۔جس طرح ہر ادارے میں اصلاح کی ضرورت ہے تو اس کی اصلاح کریں گے اور ملک کے مفادات کے دائرہ میں لائیں گے۔یہی فوج، یہی پولیس اور یہی انٹیلیجنس ادارے ہوں گے، ان میں ترمیم کریں گے تخریب نہیں۔البتہ اگر یہ ہمارے اہداف کے آگے رکاوٹ بن کر کھڑے ہوئے جو کہ اسلامی نظام کا قیام ہے اور جنگ کی راہ اختیار کی جس طرح کہ آجکل یہ لوگ نعرہ لگاتے ہیں کہ ہم جمہوریت کے لشکر ہیں، جمہوریت کا دفاع کریں گے، سیکولرزم کا دفاع کریں گے، اگر یہ نعرہ آگے بڑھا تو پھر بلاشبہ یہ افغانستان کی فوج نہیں ہے بلکہ امریکی فوج ہے اور اس کی سوچ کو آگے بڑھا رہی ہے۔ایسی صورت میں ہم مجبور ہونگے کہ ایک رکاوٹ سمجھ کر ان کا علاج کریں۔

سوال: اس وقت ملک میں ٹارگٹ کلنگ جاری ہے جس میں علماء، صحافی اور سماجی کارکن شہید ہوتے جا رہے ہیں۔افغان حکومت اور عالمی برادری آپ کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتی ہے۔آپ اگرچہ تردید کر بھی لیتے ہیں لیکن کیا یہ سچ نہیں ہے کہ کوئی اور بھی اس میں ملوث ہے تو آپ کی جاری کردہ جنگ سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے؟

جوب: ایک بات تو یہ ہے کہ عام افراد، صحافیوں اور سماجی کارکنوں کے قتل کی تو ہم اس لیے بھی حمایت نہیں کرتے کہ یہ ہمارے لئے اور ہماری جنگ کے لئے بالکل بھی مفید نہیں ہے۔در حقیقت تین ادارے ہمارے خلاف برسرپیکار ہیں اور ہم ان کے خلاف، کابل انتظامیہ کی وزارت دفاع، وزارتِ داخلہ اور انٹیلی جنس۔یہ تینوں جہاں ہمیں ڈھونڈ لیتے ہیں بمباری کرتے ہیں۔ظلم کرتے ہیں۔وحشت کرتے ہیں اور جو ان سے بن پڑے وہ کرتے ہیں۔ہم بھی جہاں ان پر موقع پاتے ہیں تو دیر کیے بغیر ان پر حملہ کرتے ہیں۔یہ بالکل ہمارا کام ہے۔اس کے علاوہ عام لوگ، ڈاکٹرز، استاذ، عالم، تو ان کو نقصان پہنچانا ہمارا کام نہیں ہے۔اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام انٹیلی جنس ادارے کرتے ہیں تاکہ ہمارے خلاف ذہنیت بنا سکیں۔

اگر آپ کہتے ہیں کہ تمھاری جنگ اس کے لئے سبب بنی ہے تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ اس ساری ناگفتہ بہ صورتحال کا ذمہ دار امریکا ہے؟ اسی کے ہی کیے دھرے سے تو یہ گھمبیر صورت حال پیش آئی ہے۔اسی استعمار کے مزدور اور نوکر اس کے سبب بنے ہیں جو بیس سال سے ان کی چاپلوسی کر رہے ہیں۔یہاں تو آباد افغانستان تھا۔۹۵ فیصد حصہ امن وامان بلکہ مثالی امن کا شاہد تھا پھر اس امن کو کس

نے خراب کیا؟

اس لئے یہ بالکل احمقانہ بات ہے کہ ہم اس ٹارگٹ کلنگ کے سبب بنے ہیں، کابل میں چوری کی واردات ہوتی ہے، زمینیں غصب کی جارہی ہیں، ڈاکے ڈالے جاتے ہیں تو کیا اس کے بھی ذمہ دار ہم ہیں؟ درحقیقت یہاں ہم پر شرپسند مسلط ہیں، ایسا ٹولہ جو اپنے مفادات اور جاہ واقتدار کے تحفظ کے لیے قتل وقتال سے گریز کرتا ہے اور نہ ہی چوری اور ڈاکہ سے۔یہی ٹولہ بذات خود غصب بھی کرتا ہے اور دیگر جرائم کے لئے حالات بھی ہموار کرتا ہے۔ ہماری جدوجہد اسی ٹولہ کے خلاف ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ یہ حالت تبدیل ہوجائے۔بحرانی کیفیت کا خاتمہ ہو اور ان شرپسند حکمرانوں سے عوام کو نجات مل جائے اور ایسے صالحین زمام اقتدار سنبھالیں جو حقیقی افغان ہوں، ملک کے مفادات کے تحفظ کے لئے پرعزم ہو اور امن کے قیام کے سنجیدہ ہو۔

سوال: حالیہ دنوں میں ملکی اور عوامی مقامات اور تنصیبات پر حملے ہوئے ہیں، بجلی کے گریڈ کو نشانہ بنایا گیا ہے، پلوں کو اڑایا گیا ہے، اگر آپ ان کارروائیوں میں ملوث نہیں ہیں تو آخر یہ کرتے کون ہیں؟

جواب: یہ کارروائی ہماری اس لئے نہیں ہوسکتی کہ اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ ہم ملی منافع اور عوامی اداروں کو خدانخواستہ نقصان پہنچائیں گے یہ بالکل ناممکن ہے۔ ابھی ہمارے زیر کنٹرول علاقوں میں دو ڈیم زیر تعمیر ہیں۔صوبہ پکتیا میں ایک بڑا ڈیم تعمیر ہورہا ہے اس کی ذمہ داری امن وامان کی ہم نے لی ہے۔ انجینئرز اور مزدور حضرات سب ہمارے حفاظتی حصار میں بالکل محفوظ ہیں۔اور ان کا کام بھی ہمارے ہی نگرانی میں ہورہا ہے۔اسی طرح صوبہ فراہ میں خوشاب ڈیم ہماری نگرانی میں تعمیر ہورہا ہے، ہم نے ہی ان کو سیکیورٹی فراہم کی ہوئی ہے۔

ہم تو تعمیر وترقی کی حمایت کرتے ہیں تو ہم کیوں اسے تباہ کریں گے۔اسی طرح بجلی کے منصوبے ہیں۔پانی کے منصوبے ہیں۔اسی طرح دیگر تجارتی منصوبے اور عوامی پروجیکٹ ہیں ان سب کو ہم تحفظ فراہم کررہے ہیں۔البتہ یہ سوال کہ اب ان کو کون تباہ کررہے ہیں اور کیوں خرابی آرہی ہے تو کچھ خفیہ قوتیں موجود ہیں جو ہمارے خلاف پروپیگنڈا مہم کے لئے ایسی حرکتیں کرتی ہیں۔ پھر وہ تعمیری منصوبوں پر تخریب کاری کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے خلاف کوئی مہم چلاسکیں اور انہیں مواد ہاتھ آسکے۔ استعمار سے یہ کہنے میں کامیاب ہوسکیں کہ تم اپنا قیام مزید لمبا کردو کیونکہ یہاں ملک تباہ ہورہا ہے۔ عام افغانوں کو ہمارے خلاف ابھار سکیں۔ پھر عالمی کانفرنسوں میں یہ مثالیں پیش کریں۔ ان سارے جرائم کی منصوبہ کابل انتظامیہ کی قومی سلامتی کے ادارے میں تشکیل پاتی ہے۔وہاں ان کی منصوبہ بندی ہوتی ہے اور پھر الزام ہمیں دیا جاتا ہے۔

سوال: ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ ہمارے زیر کنٹرول علاقوں میں ڈیم تعمیر ہورہے ہیں دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے ہی زیر کنٹرول علاقوں میں بعض منصوبوں پر حملے ہوئے ہیں تو حکومت یا کوئی اور تنظیم کس طرح آپ کے زیر تسلط علاقوں میں تخریب کاری کی جرات کرسکتی ہے؟

جواب: میں اس بات کی تردید کرتا ہوں، ہمارے زیر تسلط علاقوں میں جو دو جگہ ڈیم تعمیر ہورہے ہیں کہیں بھی ان پر حملہ نہیں ہوا ہے۔ہمارے مجاہدین صبح شام ان کی نگرانی کرتے ہیں اور مکمل حفاظتی حصار میں لئے ہوئے ہیں۔ایسی خبریں کہ وہاں کچھ ہوا ہے پروپیگنڈے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

سوال: افغان حکومت نے دیگر بڑے منصوبوں کے بارے میں جو معاہدات کیے ہیں جن میں تاپی منصوبہ بھی شامل ہے ان کے بارے میں آپ کا موقف کیا ہے؟

جواب: تاپی منصوبہ ہو، کاسازر منصوبہ ہو یا دیگر بڑے منصوبے ان کی ہم اس لئے حمایت کرتے ہیں کہ ان سے ملک کے مفادات وابستہ ہیں۔بلکہ تاپی منصوبہ تو ہمارے دور حکومت میں شروع ہوا تھا، اس کا نقشہ، راستہ کا انتخاب اور سب بنیادیں ہمارے زمانہ میں ہی طے ہوئی تھیں، ہم نے اس زمانہ میں ترکمانستان کے دورے کیے تھے۔ مختلف کمپنیوں سے مذاکرات کیے تھے۔تو یہ ریاستی مفادات ہیں اس کو ہم جنگ کا حصہ نہیں بناتے۔اگرچہ اس کا معاہدہ کرنے والا کوئی بھی ہو۔ مگر قوم مفاد کا منصوبہ ہونے کی وجہ سے ہم حمایت بھی کرتے ہیں، اپنے علاقوں میں حفاظت بھی کرتے ہیں، اور کوشش کریں گے کہ یہ منصوبے کامیاب ہو کیونکہ یہ افغانستان کے لیے دائمی اہمیت رکھتے ہیں۔

سوال: آزادی اظہار رائے اور صحافت کی آزادی کے حوالہ سے دوٹوک موقف کیا ہے آپ کا؟

جواب: رائے کی آزادی اور صحافت کی آزادی اسلام میں بھی مسلمہ اصول ہے، ہر قوم اس وقت ترقی کر سکتی ہے جب وہ اداروں پر اعتراض اور جائز تنقید کا حق محفوظ رکھتی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خوشی ہوتی ہے جب کوئی مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرتا ہے۔ تو نظام میں تعمیری تنقید اور اعتراض بالکل متفقہ اصول ہے، لیکن موجودہ صورتحال میں رائے کی آزادی کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس میں صرف رائے کی آزادی نہیں بلکہ ملی اور اسلامی اقدار، افغانی روایات اور مشرقی تہذیب وثقافت کو متنازع بنایا جارہا ہے۔ تو ہم کوشش کریں گے کہ ان منفی پہلوؤں کی اصلاح کریں باقی آزادی اظہار رائے کے ہم حامی اور خواہاں ہیں۔

سوال: عالمی برادری اور خود افغانستان میں خواتین کے حقوق کے بارے بڑی بحثیں ہوتی ہیں۔ یہاں میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میڈیا میں اس وقت جو خواتین کام کررہی ہیں آپ اگر حکومت میں آئیں گے تو ان خواتین کا کیا کریں گے؟

جواب: اس بارے افراد کو کوئی رائے یا موقف نہیں اپنانا چاہیے، یہ چیزیں نظام سے متعلق ہیں، نظام کی تشکیل کے وقت مردوں اور عورتوں سب کے لئے دائرہ کار کا تعین کیا جائے گا۔ سب کی ذمہ داریوں کا تعین کیا جائے گا۔ وہ ایک مشترک نظام ہوگا جس میں سب افغانوں کے لیے جگہ ہوگی۔ اس کے لیے جو اصول وضع کیے جائیں گے ان میں ایک یہ بات بھی طے کی جائے گی جس کا آپ نے تذکرہ کیا۔ اس کے لیے بھی اصول طے کیا جائے گا جسے ہم سب کو ماننا لازمی ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ خود یا صرف امارتِ اسلامیہ کی رائے کو اس بارے میں پیش کردوں۔ کیونکہ یہ نظام کے قوانین کے تحت آتا ہے۔ ظاہر ہے آئین ہوگا، قانون ہوگا اور اس میں مرد وزن، میڈیا وغیرہ سب اپنے آپ کو ڈھالیں گے اور قوانین اس وقت بنیں گے جب نظام وجود میں آئے گا۔ تب ان سب چیزوں کے لئے دائرہ کار طے ہوگا۔

سوال: عالمی سیاست اور بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ بالخصوص موجودہ حکومت کی کس روش کو تبدیل کرنا ضروری سمجھتے ہیں؟ اور وہ بھی بالخصوص امریکا اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ؟

جواب: ہماری تجویز اور مطالبہ یہ ہے کہ جب نظام بنے گا اور حکومت تشکیل کی ہوگی تو وہ حکومت ایک ذمہ دار اور سنجیدہ حکومت ہو اور تمام ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کی حامل ہو، کیونکہ افغانستان تجارت اور برآمدات و درامدات کی ضرورت رکھتا ہے اور یہ سب کچھ تعلقات کی بنیاد پر ہوتا ہے، لیکن اس میں یہ نکتہ ضروری ہے کہ ہم اپنے استقلال اور آزادی کو برقرار رکھیں اور اسلامی وملی اقدار کو محفوظ رکھ سکیں۔ اگر دنیا ہمارے ساتھ مسائل میں نہ پڑے اور ہمارے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے تو ہم تمام ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات کے خواہاں ہیں، لیکن بنیادی شرط یہ ہے کہ ان تعلقات کے بدلے ہماری تاریخ، ثقافت اور آزادی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

سوال: افغانستان میں ایک عام تاثر یہ ہے کہ پاکستان یہاں کی چالیس سالہ جنگ کا ذمہ دار ہے، جبکہ آپ کے پاکستان سے اچھے تعلقات ہیں، تو ایک تو یہ وضاحت درکار ہے کہ اس وقت آپ کے اچھے تعلقات کس بنیاد پر ہیں؟ اور دوسرا یہ بتا دیجیے کہ مستقبل میں آپ کا ان کے ساتھ برتاو کیا رہے گا؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ پاکستان ہمارا ایک ہمسایہ ملک ہے جس طرح کے تاجکستان، ایران، ازبکستا اور چین ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان اور ایران کو یہ استثنائی خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے ہمارے مہاجرین بھائیوں کی میزبانی کی ہے۔ انہیں سالہاسال سے برداشت کیا ہے۔ اور جس وقت ہم روس کے خلاف جہاد کررہے تھے پاکستان نے ہماری حمایت کی جو بلاشبہ جہاد کی کامیابی کے لئے ایک اہم اور بنیادی کردار تھا۔

ایک تو یہ ہے کہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے پاکستان کے خلاف اور اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پاکستان خود ہی اس کا جواب دے دے۔ البتہ ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ سابقہ دور میں یہ پروپیگنڈا کمیونسٹ طبقہ کیا کرتا تھا جو روس کا حمایتی اور جہاد کے خلاف تھا، اور اب جو لوگ یہ مہم چلا رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہیں، وہ ہماری جدوجہد کو بھی پاکستان کے سر ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارا امریکا سے مقابلہ اپنے وطن

کے لیے سرفروشی تھی، یہ ایک تاریخ ساز جنگ اور ایک تاریخی کامیابی تھی۔اب یہ لوگ اس کو بھی آئی ایس آئی کی طرف منسوب کررہے ہیں اور اس کو انہی کی کامیابی باور کرارہے ہیں۔ تو جو لوگ یہ پروپیگنڈا کررہے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ ان کی ذاتی رائے ہوگی جو خاہ مخاہ کسی پر تہمت باندھ رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم ایک گہری نظر سے اس جانب توجہ کرلیں تو واضح ہوجائے گا کہ پاکستان ہمسایہ ملک ضرور ہے مگر امارتِ اسلامیہ پر اس کا کوئی دباو اور اثر نہیں ہے، اور نہ ہم نے کوئی ایسا موقف اختیار کیا ہے جس میں ہم ان کے محتاج ہوں۔اگر ہم نے کسی کو آقا ماننا ہوتا، کسی کی اطاعت کرنی ہوتی تو پھر امریکا کو ہی مانتے جو طاقتور بھی ہے۔ کرنسی بھی اس کی اوپر ہے، اور عالمی حمایت یافتہ ہے، اس لئے ہم پاکستان کو ایک ہمسایہ اور مہاجرین کے میزبان ملک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ، اور مثبت تعلقات چاہتے ہیں ، ہمارا امن ان کے ساتھ جڑا ہوا ہے، سرحدات مشترک ہیں ، تجارت کی ضرورت ہے۔ اس کے خلاف محاذ آرائی کو افغانستان کے مفاد میں نہیں دیکھتے۔

<u>**سوال: اچھا تو پھر کوئٹہ شوری اور پشاور شوری کس لیے پاکستان کے لئے قابل قبول ہیں؟ یا پھر پاکستان جو کہتا ہے کہ طالبان کو ہم نے مذاکرات کے لیے تیار کیا ہے، یا امریکا تمھارے حوالہ سے پاکستانی فوج اور حکام سے بات چیت کرتا ہے، تو پاکستان آپ کے حوالہ سے اتنا بڑا دعوی کس بنیاد پر کرتا ہے؟**</u>

جواب: میں نے عرض کردیا کہ یہ سب پروپیگنڈا مہم کا حصہ ہے اور پروپیگنڈا اس حد تک ہے کہ جب تک امریکا ہمارے ساتھ براہ راست مذاکرات کے لئے نہیں بیٹھا تھا اس وقت اس کا بھی یہی خیال تھا کہ ہم پاکستان کے زیر اثر ہیں، خود خلیل زاد بھی یہی خیال رکھتا تھا، لیکن اب اسے یقین ہوگیا ہے کہ ہم بذات خود مستقل لوگ ہیں ، ایک تو ہمسایہ ہونے کا رشتہ ہے تو وہ جس طرح پاکستان کے ساتھ ہے اسی طرح ایران، ازبکستان اور دیگر ممالک کے ساتھ بھی ہے۔اور ایک آقا اور غلام کا رشتہ ہے تو ایسا رشتہ ہمارا کسی کے ساتھ نہیں ہے، ہمارا جہاد کسی کے احسان تلے نہیں ہورہا، کوئٹہ شوری اور پشاور شوری کی جو اصطلاحات عام ہوگئی ہیں یہ کابل انتظامیہ کی انٹیلی جنس اداروں نے میڈیا کو دی ہیں کہ اس کو پھیلادو! اس میں مغربی میڈیا نے بھی بھرپور حصہ ڈالا ہے کہ ہمیں طرح طرح کے ناموں سے بدنام کیا جاسکے۔ لیکن افغانستان ہمارا ملک ہے۔ہمارا جہاد، مشورہ اور تمام فیصلے یہاں ہوتے ہیں۔اگر کبھی ہجرت کی ضرورت پڑے تو یہ کوئی عیب نہیں ہے۔نبی علیہ السلام اگر مدینہ ہجرت نہیں فرماتے مکہ فتح نہیں ہوتا، روس کے خلاف جہاد میں مجاہدین پاکستان ہجرت کرگئے۔تو ہجرت تو جہاد کے لئے شرط ہے عیب نہیں۔عیب یہ ہے کہ کوئی کسی کے ٹکڑوں پہ پل رہا ہو اور اس کے احسان تلے دب رہا ہو۔ اس کے زیر سایہ پروان چڑھ رہا ہو اور اس کے حکم کا پابند ہو۔الحمدللہ ہم کسی کے حکم کے پابند نہیں ہیں۔نہ پاکستان کا ہمارے اوپر کوئی دباو ہے اور نہ کسی اور کا۔البتہ اگر کوئی ہمارے ساتھ اچھے تعلقات چاہتا ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں، یہاں تک کہ خود امریکا کے ساتھ بھی اچھے تعلقات چاہتے ہیں ، تو پاکستان تو ہمارا ہمسایہ بھی ہے مسلمان بھی ہے اور ہمارے مہاجرین کا میزبان ہے، تو ہم اچھے تعلقات چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات وہ لوگ کرتے ہیں جو ہم سے برسرپیکار ہیں کہ یہ پاکستان کے پراکسی اور آلہ کار ہیں۔اب تو امریکا اور پوری دنیا پر یہ واضح ہوچکا ہے کہ ہم اپنے فیصلے خود کرتے ہیں۔

اگر ہمارے فیصلے پاکستان کے ہاتھ میں ہوتے تو امریکا کب کا اپنے مشن میں کامیاب ہوچکا ہوتا، اور ہمیں سرنڈر کرکے کب سے ہاتھ پیر باندھ کر کسی کے حوالہ کرلیا گیا ہوتا۔

☼☼☼☼

شجاعت اور عظمت کا پیکر

تحریر: انس حقانی
(فرزند جلال الدین حقانی رحمہ اللہ)

آج 23 اپریل کو افغان عوام کے تاریخی اور قابل فخر قائد، امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کی 8 ویں برسی ہے، آج سے آٹھ سال قبل ملک کے جنوب میں واقع صوبہ زابل کے ضلع سیوری میں مٹی کے کچے مکان میں امیر المومنین کا انتقال ہوا، موصوف واقعی اکیسویں صدی کے امیر المومنین تھے، اللہ تعالی نے انہیں خصوصی تقویٰ، روحانیت اور توکل جیسی صفات حمیدہ سے نوازا تھا، انہوں نے حیرت انگیز طور پر تیرہ سال تک دنیا کے سپر پاور امریکا اور نیٹو افواج کے خلاف ایک کچے مکان سے جہاد کی قیادت کی۔ اس طرح کی قیادت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کا اپنے رب سے امیر المومنین کی طرح خصوصی تعلق ہو، جو اپنی جان، اہل خانہ اور بچوں سمیت سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔

امیر المومنین رحمہ اللہ نے اکیسویں صدی میں اپنی روحانیت، ایمان اور تقویٰ سے انسانی ٹیکنالوجی کا مقابلہ کیا، انہوں نے عالمی طاقت کے سامنے سر نہیں جھکایا اور اپنی مذہبی اور قومی حیثیت اور عظمت کو سنہری حرفوں میں تاریخ کے حوالے کیا۔ انہوں نے آنے والی نسلوں کو جدوجہد، ایثار اور قربانی کا درس دیا، صدیاں گزر جائیں گی، مورخین امیر المومنین کے کارناموں کے بارے میں لکھتے ہوئے تھک جائیں گے لیکن ان کے کارنامے ختم نہیں ہوں گے، امیر المومنین کی سچائی، ایمانداری، دیانتداری اور وفاداری ہر مسلمان کے لئے باعث فخر اور لائق تحسین ہے بلکہ حریت پسندوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

امیر المومنین رحمہ اللہ کی برسی کے موقع پر میں اپنے والد الحاج مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کا ایک یادگار واقعہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

والد صاحب مرحوم نے ایک دن ایک یادگار واقعہ سنایا کہ امیر المومنین رحمہ اللہ کے بہت سارے کردار میرے پسندیدہ تھے، ان میں سے ایک دلیری اور شجاعت تھی، جو مجھے سب سے زیادہ پسند تھی، وہ بہت دلیر انسان تھے، میں نے ان سے جو بیعت کی تھی اس کی وجہ بھی ان کی شجاعت اور دلیری تھی۔ امریکی جارحیت کے ابتدائی دنوں میں جب کابل شہر پر امریکہ کے بی 52 طیارے فضائی حملے کر رہے تھے، ہر طرف خوف وہراس پھیل گیا تھا، کابل سے مجاہدین پسپائی اختیار کر رہے تھے، کابینہ کے ارکان نے پہلے لوگر اور پھر گردیز میں اجلاس کیا کہ اب آئندہ کا لائحہ عمل کیا ہوگا، میں نے اصرار کیا کہ ہم کابل سے پسپائی اختیار نہیں کریں گے بلکہ مرتے دم تک مقابلہ کریں گے، اگر ہم کابل سے حکمت عملی کے تحت چلے بھی جائیں تو چار اسیاب میں مجاہدین کی فرنٹ لائن برقرار رکھیں گے تاکہ ہم دشمن کا مقابلہ کر سکیں، لیکن کچھ دوستوں کی رائے تھی کہ مزاحمت نہیں ہوسکتی ہے، بہتر یہ ہے کہ پہاڑوں کا رخ اختیار کریں، کافی بحث کے بعد میں نے ان کی بات نہیں مانی، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ آپ لوگوں کی رائے ہے یا امیر المومنین کا فرمان ہے، ان کا کہنا تھا کہ یہ ہماری رائے ہے، میں نے جواب دیا کہ اس وقت تک آپ کی بات کو قبول نہیں کروں گا جب تک کہ امیر المومنین کا حکم نہ آجائے۔ معاملہ امیر المومنین رحمہ اللہ کے حوالے کر دیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ امیر المومنین سہ پہر کے وقت مرکزی وائرلیس میں آکر آپ سب کو حتمی حکم دیں گے، تمام عہدیداروں کو تیار رہنا چاہیے۔

اس وقت میں نے سوچا کہ میں نے امیر المومنین کے ساتھ ان کی شجاعت کی وجہ سے بیعت کی ہے، لہذا آج ان کا امتحان ہے کہ وہ غیرت کا مظاہرہ کریں گے یا پسپائی اختیار کریں گے۔

سب ہی انتظار کر رہے تھے کہ امیر المومنین بڑے وائرلیس میں حتمی حکم دیں گے۔ جب امیر المومنین مرکزی وائرلیس پر آئے تو اس میں دوسری جانب سے بھی آوازیں آرہی تھیں، شاید مخالفین بھی اس میں داخل ہوئے تھے، امیر المومنین پھر دوسرے وائرلیس پر آئے، حمد و ثناء کے بعد انہوں نے سب کو آخری دم تک لڑنے کا حکم دیا اور کہا کہ کوئی بھی اپنا ہتھیار نہ پھینکے، سب جہاد کا فریضہ انجام دیں، یہ سب سے بہترین فریضہ ہے۔

والد صاحب اس پر مسکرائے اور پھر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا، ان کا کہنا تھا کہ پھر میں نے اپنے ساتھ تجدید عہد کیا کہ امیر المومنین میرے قائد تھے، قائد ہیں اور قائد رہیں گے، مجھے آپ کی شجاعت پر ہمیشہ فخر رہے گا۔ ملک کے ایک تاریخی اور حساس وقت میں یہ میرے والد محترم کا امیر المومنین کے ساتھ یادگار واقعہ تھا، ہمارے والد محترم زندگی بھر ہمیں یہ نصیحت کرتے تھے کہ امیر المومنین کی اطاعت کرنا، جب تک کہ وہ جہاد اور جدوجہد کا راستہ ترک نہ کریں۔ اللہ تعالی ان دونوں قابل فخر رہنماؤں کے درجات بلند فرمائے، نہایت مشکل حالات میں بھی ہم نے ان سے کمزوری اور حوصلہ شکنی کی بات نہیں سنی، وہ دلیری اور شجاعت کے مینار اور بلند عزم کے مالک تھے۔ بہت سے لوگ راہ حق سے بھٹک گئے، وہ امریکہ کی ٹیکنالوجی سے مرعوب ہوئے، اور کہنے لگے کہ سپر پاور کے ساتھ ہم کس طرح مقابلہ کریں گے، لیکن ان راہ حق کے سپاہیوں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے علم جہاد بلند کیا اور امریکہ سمیت 48 ممالک کی افواج کو چیلنج کیا، انہوں نے امریکی جارحیت کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے مزاحمت کا راستہ اختیار کیا اور اسی مشن میں سرخرو ہوگئے، اس درویش صفت امیر کی فہم وفراست، ایمان اور تقویٰ کا اثر تھا کہ جنہوں نے ان دنوں کی پیش گوئی کی تھی۔ اس وقت امیر المومنین رحمہ اللہ کی باتیں، بہت سوں کے لئے قابل قبول نہیں تھیں لیکن آج بہت سے لوگوں نے اس پر اتفاق کیا۔

اللہ یرحمہم

دنیا کے متکبرین عمر ثالث کی عدالت میں

تحریر: عبدالرحیم ثاقب

یہ اگست 2001 کا مہینہ تھا کہ دارالحکومت کابل میں عیسائیت کی تبلیغ کے جرم پر طالبان نے شیلٹر نامی این جی او کے 24 کارکنوں کو گرفتار کیا۔ گرفتار شدہ کارکنوں نے کابل کے لوگوں کی غربت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان میں عیسائیت کے منسوخ شدہ مذہب کی دعوتی مہم شروع کی تھی اور ان میں عیسائیت کی کتابیں تقسیم کر رہے تھے۔

گرفتار ہونے والوں میں 8 غیر ملکی اور 16 افغان باشندے شامل تھے۔ آٹھ غیر ملکیوں میں سے دو کا تعلق امریکا، دو کا آسٹریلیا اور چار کا جرمنی سے تھا۔ گرفتاری کے دوران بڑی تعداد میں فارسی اور پشتو زبان میں انجیل کے نسخے، سی ڈیز اور منسوخ شدہ مذہب کی کتابیں بھی برآمد کی گئیں۔ گرفتاری کے فوراً بعد ان سب کو پوچھ گچھ اور تفتیش کے لئے خصوصی حراستی مرکز منتقل کیا گیا۔ تحقیقات کے بعد ان سب کو عیسائیت پھیلانے کے الزام میں افغان سپریم کورٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے خود ان زیر حراست افراد کی قید اور مقدمے کی نگرانی کی۔

معاصر دنیا کی عدالتوں میں یہ غیر معمولی واقعہ ہو سکتا ہے کہ امریکہ جیسے مغرور اور طاقتور ملک کے شہریوں کو افغانستان جیسے کمزور ملک میں ایک جرم کی پاداش میں انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا، حالانکہ باقی دنیا میں ان مغرور ممالک کے شہریوں کو کسی جرم پر کوئی سزا دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔

اس عدالت میں دو نکات قابل غور ہیں:

پہلا یہ ہے کہ: زیر حراست افراد امریکہ کے علاوہ دوسرے طاقتور ممالک کے شہری تھے جن کے ساتھ معاشی، تکنیکی اور عسکری اعتبار سے ایک کمزور افغانستان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور دوسرا یہ کہ گرفتار افراد نے افغانستان کے داخلی قوانین کی خلاف ورزی کرنے کے علاوہ مذہبی طور پر بھی ایسے جرم کا ارتکاب کیا تھا جنہیں سخت ترین سزا دی جانی چاہئے تھی۔

مگر وقت کے بہادر اور عادل اسلامی حکمران (عمر ثالث) نہ ان طاقتور ممالک کی طاقت سے مرعوب ہوئے کہ ان کی سزا کو نظر انداز کیا اور نہ ہی ان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ اس طرح کا امتیازی سلوک کیا جو انصاف کے منافی ہو۔

بلکہ انہوں نے ان کا کیس امارت اسلامیہ کی سپریم کورٹ کے پاس بھیج دیا اور اس کو ہدایت کی کہ وہ امریکہ کی طاقت سے مرعوب ہونے یا ان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے کسی امتیازی سلوک کے بغیر افغانستان کے موجودہ شرعی قوانین کی روشنی میں انصاف پر مبنی فیصلہ کرے۔

اسی بناء پر زیر حراست افراد کو قانون کے مطابق اجازت دی گئی کہ وہ اپنے لئے عاطف علی نامی ایک وکیل کو ہائر کریں۔

اسی دوران جب یہ غیر ملکی قید تھے، گیارہ ستمبر کا واقعہ رونما ہوا اور امارت اسلامیہ کی حکومت پر امریکی حملوں کا خطرہ مزید بڑھ گیا، امریکا اور مغرب کی جانب سے ان قیدیوں کی فوری رہائی کا بار بار مطالبہ کیا جا رہا تھا لیکن ثالث عمر رحمہ اللہ نے امریکہ اور مغربی دنیا کی دھمکیوں کی کوئی پروا نہیں کی اور عام حالات کی طرح گرفتار افراد کی عدالتی کارروائی جاری رکھی۔

ایک مشہور انگریز صحافی ایون ریڈلی جو اس وقت غیر قانونی طور پر افغانستان میں داخل ہونے کے جرم کی وجہ سے امارت اسلامیہ کی حراست میں تھی، نے کہا کہ افغانستان پر امریکی حملے سے قبل میں اور آٹھ دیگر مغربی باشندے طالبان کی قید میں تھے، ہم سوچ رہے تھے کہ طالبان ہمیں امریکی فضائی حملوں کے دوران ڈھال کے طور پر استعمال کریں گے اور جنگ کی فرنٹ لائن پر امریکی فضائیہ کے اہداف پر رکھیں گے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، مجھے طالبان رہنما کے حکم پر رہا کیا گیا حالانکہ افغانستان پر امریکی حملے کے خطرات منڈلا رہے تھے اور دیگر 8 قیدیوں کے ساتھ امریکی حملے کے بعد بھی مکمل انسانی سلوک کیا گیا۔ ایوان ریڈلی جس کا شمار اب یورپ کے سب سے مشہور مسلم مبلغین میں ہوتا ہے، نے اسلام کو قبول کرنے کی بنیادی وجہ عمر ثالث رحمہ اللہ کی مہربانی اور اچھا اسلامی سلوک قرار دیا، وہ فخر محسوس کرتی ہیں کہ انہوں نے عمر ثالث کے پیروکاروں کی قید میں چند دن گزارنے کا اعزاز حاصل کیا، نہ کہ مہذب دنیا (امریکا) کی سب سے بدنام زمانہ جیل گوانتانامو بے میں تضحیک آمیز قید۔

2001 میں امریکی جارحیت اور امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد

امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ

کی روپوشی کی زندگی اور امارت اسلامیہ کی تشکیل نو

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ پر ایک تفصیلی کتاب حال ہی میں امارت اسلامیہ کے ممتاز مصنف، شاعر، اور تاریخ پر گہری نگاہ رکھنے والے صاحب علم دانشور جناب عبدالستار سعید کے ہاتھوں تحریر ہو کر زینت طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے ایک ممتاز، تاریخی اور مستند دستاویز ہے کہ اس میں امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی زندگی سے متعلق تمام واقعات اور حالات ان کے قریبی ساتھیوں، اہل خانہ، بھائی، بیٹے، والدہ اور دیگر رشتہ داروں اور دوستوں سے براہ راست انٹرویو کر کے لکھے گئے ہیں۔ اور وہ لوگ جو مذکورہ حالات میں ان کے ساتھ اور شریک سفر رہے۔ اس کتاب نے ان کی زندگی کے متعلق بہت سے مغالطوں کا خاتمہ کیا اور بہت سے حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

ماہنامہ شریعت امیر المومنین رحمہ اللہ کی تاریخ وفات کی مناسبت سے شائع ہونے والے زیر نظر خصوصی شمارے میں کتاب کی ساتویں فصل کا پشتو سے ترجمہ کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جس میں 2001 کے اواخر میں امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد امیر المؤمنین کی روپوشی کی زندگی اور امارت اسلامیہ کی تشکیل نو کی پوری تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

تحریر ذرا طویل ہے، مگر قسطوں کی صورت میں دے کر قارئین کو کوفت دینے کی بجائے پوری تحریر ایک ہی جگہ دی جا رہی ہے۔ امید ہے قارئین طوالت سے بور نہیں ہوں گے۔ ادارہ

صلیبی جارحیت کے خلاف جہاد کا تسلسل:

امریکی جارحیت کے آغاز سے ہی امیر المومنین رحمہ اللہ کا خیال تھا کہ اگر بالفرض براہ راست جنگ میں طالبان شکست کھا جائیں تو امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف بھی سوویت یونین کی طرح گوریلا جنگ شروع کی جائے گی، تاکہ امریکا ایک طویل جنگ میں گر کر تھک ہار کر شکست کھا جائے۔

جارحیت کے آغاز سے چند دن قبل 27 ستمبر 2001 کو امیر المومنین مرحوم نے ریڈیو صدائے شریعت پر ایک طویل خطاب کیا۔ اس خطاب میں ایک جگہ فرمایا: "اے امریکا اور اس کے حامیو! تم کتنے خام خیال لوگ ہو۔ طالبان کی حکومت کوئی ایسی حکومت تو نہیں جس طرح ظاہر شاہ کی تھی، ظاہر شاہ روم کے دورے پر گیا تو پیچھے سے عسکری نظام نے بغاوت کر دی۔ اس کی ساری فوج نے نئے نظام کو تسلیم کر لیا اور ہتھیار ڈال دیے۔ طالبان کا نظام تو منظم جہادی گروپوں پر مشتمل ہے۔ منظم محاذ ہیں۔ بظاہر چلو یہ نظام سقوط کر جائے، لیکن یہ محاذ پھر سے دیہی علاقوں اور پہاڑوں کی طرف عقب نشینی کر کے پھر سے منظم ہو جائیں۔ پھر تمھاری کیا حالت ہوگی۔ پھر وہی کیمونسٹوں کی حکومت والے حالات ہوں گے۔ پھر تم کیسے حکومت کر سکو گے؟ تمھاری فوج کون سی ہوگی؟ اگر تمھاری طرف سے امریکی لڑیں گے تو کیمونسٹوں کے ساتھ روسی فوج تھی پھر وہ کہاں چلے گئے؟ تم کیسے اپنا دفاع کر سکو گے؟ اب بھی خوب سوچ لو، خود کو تباہ نہ کرو، خود کو غرق نہ کرو، یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ افغانستان مسلمانوں کا ٹھکانہ ہے۔ اس پر اللہ کی خاص نظر ہے۔"

امیر المومنین رحمہ اللہ کے اس خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان معاصر سیاسی رہنماؤں کی طرح ایسے شخص نہیں تھے کہ حکومت کے خاتمے کے بعد میدان چھوڑ کر کسی اور ملک

میں سیاسی پناہ لے لیں گے۔ اسی طرح اس جانب بھی اشارہ تھا کہ امریکی یہ نہ سوچیں کہ طالبان کی حکومت کے خاتمے اور بڑے شہروں پر ان کے قبضے سے سب کچھ ختم ہوجائے گا۔ بلکہ طالبان شہروں سے عقب نشینی کر کے دیہی علاقوں اور پہاڑوں پر چلے جائیں گے اور پھر پہاڑوں سے بیرونی جارحیت پسندوں اور ان کے مقامی ہمنواؤں کے خلاف ناقابل شکست مزاحمت کا آغاز کریں گے۔

قندہار شہر پر قبضے کے بعد امریکا کا خیال تھا کہ اب افغانستان کا قضیہ نمٹ چکا ہے اور جنگ ختم ہو چکی ہے۔ اسی لیے تو امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمز فیلڈ نے اپنے پہلے دورہ افغانستان میں اپنے فوجی آپریشن کی کامیابی کا اعلان کر دیا۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ انہیں استعمار کے قبرستان کی مزاحمتی خاصیت کا پورا ادراک نہیں تھا، اس لیے وقت سے پہلے ہی کامیابی کا اعلان کر دیا۔

اب اس بات کا امریکی عسکری ماہرین بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اس وقت امریکی حکام نے افغانستان کے حالات کا صحیح ادراک نہیں کیا تھا۔ عسکری امور کے امریکی ماہر ڈیوڈ کال کلین جنہوں نے ''جدید گوریلا جنگیں'' کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے جو 2009 میں شائع ہوئی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''ہمارے رہنماؤں کو چاہیے تھا کہ طالبان کے سقوط کے بعد کے حالات میں سابق برطانوی جنرل Sir Olf Caroe کی یہ بات یاد رکھتے، جو افغانستان میں جنگ اور شکست کے تجربات کی روشنی میں کہتے ہیں ''دیگر خطوں میں جنگ کے برخلاف افغانستان میں حقیقی جنگ اس وقت شروع ہوتی ہے جب تمہیں جنگ جیت جانے کا یقین ہو جاتا ہے'۔ اس کا مطلب ہے کہ افغانستان میں داخل ہونا اور شہروں پر قبضہ کرنا تو آسان ہوتا ہے مگر پورے ملک پر قبضہ بہت مشکل ہے''۔ ڈیوڈ کلین کا کہنا ہے کہ مغربی قوتوں کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے افغانستان میں داخل ہونے کو ہی اپنی کامیابی سمجھ لیا۔ حالانکہ اصل جنگ اس کے بعد ہی شروع ہونے والی تھی۔

امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف دو ماہ براہ راست جنگ اور مورچہ بند مزاحمت واقعتا ایک طویل جنگ کا آغاز تھا۔ امیر المومنین رحمہ اللہ امریکا سے براہ راست جنگ اور زندگی کی آخری سانسوں تک لڑنے پر تاکید کر رہے تھے، مگر امریکی جارحیت کے خلاف طویل جنگ کی تیاری بھی کر رہے تھے۔ اسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ قندہار چھوڑ کر زابل میں امیر المومنین کی روپوشی دراصل روپوشی نہیں گھات لگانے کی تیاری تھی۔ قندہار چھوڑنے سے قبل ان کی گفتگو اور کچھ اقدامات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی ملا گل آغا آخند کہتے ہیں: طالبان جب قندہار اور اس کے مضافات کے علاقے خالی کر کے جانے لگے تو کچھ طالبان رہنماؤں کا خیال تھا اور انہوں نے امیر المؤمنین رحمہ اللہ کو اس کا مشورہ بھی دیا کہ یہ صوبہ قندہار ان سابقہ جہادی کمانڈروں کے حوالے کر کے جائیں جو طالبان سے کسی حد تک ہمدردی اور قربت رکھتے تھے، اور عوام میں بھی ان کی کچھ نہ کچھ مقبولیت تھی، جیسے حاجی بشر، ملا نقیب اور جلد ک کے ملا عبدالکریم وغیرہ۔ مگر امیر المؤمنین نے جواب دیا کہ پہلے تو میں کوئی بھی علاقہ (رسمی طور پر) کسی کو حوالے کر کے نہیں جاؤں گا۔ پھر اگر مصلحت کی خاطر ہم کوئی شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں تو ہمارے بعد کوئی ایسا شخص نہ آئے جو عام لوگوں کو ساتھ ملا کر امریکی جارحیت اور حاکمیت پر انہیں قائل کرے۔ انہیں جارحیت کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرے۔ ہم امریکا کے خلاف جہاد کریں گے اور اس جہاد میں ہمیں عوام کی حمایت کی ضرورت ہوگی۔ تو ایسے لوگوں کو حکومت حوالے نہ کرو جو کل کو عوام کے لیے دلیل بن جائیں، اور ان کی وجہ سے کل کو سب لوگ گمراہ ہو کر کفار کے ساتھی بن جائیں۔

ملا گل آغا کا کہنا ہے کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے آخری دنوں میں مجھے حکم دیا کہ امارت کے بجٹ میں ڈھائی ملین ڈالر کی رقم موجود ہے۔ یہ رقم امارت اسلامیہ کے رہنماؤں اور عسکری کمانڈروں میں اس پیغام کے ساتھ تقسیم کرو کہ یہ رقم تمہارے ذاتی استعمال کے لیے نہیں بلکہ اس سے اپنے اپنے علاقوں میں جہادی امور کا بندوبست کرتے رہو۔ مجاہدین کی مدد اور وسائل کا انتظام کرو، جب تک ہمارا دوبارہ رابطہ بحال ہو اور منظم کام شروع ہو۔ ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کے اجرا کا یقینی فیصلہ کر چکے تھے۔ اور اس کے لیے انہوں نے اپنا خفیہ مورچہ زابل کو منتخب کر لیا تھا۔

قندہار شہر سے ''سور غر'' کے دامن تک:

پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ 5 دسمبر 2001، بیس رمضان المبارک کی دوپہر کو امیر المؤمنین اپنے دو ساتھیوں ملا عزیز اللہ اور ملا عبدالباری کے ساتھ ایک جے ٹورین (سراچہ) کار میں قندہار شہر سے قندہار کابل کی شاہراہ پر نکل پڑے اور اسی دن شام کو ضلع سیوری کے گاوں عمرزو پہنچے۔ یہ ضلع صوبہ زابل کے مرکز کلات کے جنوب میں واقع ہے۔ '' سور غر'' کے مشہور پہاڑ کے شمالی جانب مشرق سے مغرب تک یہ آبادی پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ضلع امارت اسلامیہ کی حکومت سے قبل قریبی ضلع شینکی کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ امارت اسلامیہ نے اپنے دور حکومت میں اسے الگ ضلع کا درجہ دیا۔ اس کی آبادی بہت کم ہے۔ یہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش انگور اور بادام کے باغات ہیں۔ امیر المؤمنین نے قندہار چھوڑنے کے بعد بقیہ ساری زندگی اسی ضلع میں گزاری۔ ذیل میں اس کی تفصیلات پر روشنی ڈالیں گے۔

زابل ضلع سیوری میں پہلا مشاورتی اجلاس:

ضلع سیوری پہنچنے کے بعد امیر المؤمنین نے ملا عبدالجبار عمری کو حکم دیا کہ اسی صوبہ (زابل) کے تمام ممتاز مجاہدین اور گروپ کمانڈروں کو جمع کرے۔ اس اجلاس میں زابل کے اکثر مجاہدین رہنما شریک ہوئے، جن میں ملا روزی خان عاکف، امیر خان حقانی، ملا عبدالسلام راکٹی، ملا محمد نذیر، ملا سعد اللہ، ملا نیاز محمد، ملا عبدالجبار عمری، ثاقب صاحب، ملا عبدالقہار اور ملا عبدالاحد جہانگیر وال شامل تھے۔

اس مشاورتی اجلاس کے آخر میں ملا محمد عمر مجاہد نے مجاہدین کو مستقبل کے متعلق لازمی ہدایات دیں۔ اس وقت تک طالبان نے صوبہ زابل خالی نہیں کیا تھا مگر انخلا کی تیاری میں تھے۔ امیر المؤمنین نے زابل کے مجاہدین سے یہ بھی کہا کہ یہاں کمانڈر حمید اللہ کی حاکمیت کا راستہ روکو۔ حمید اللہ ایک جنگجو کمانڈر تھا جو حامد کرزئی کا ساتھی تھا۔ امریکا نے طالبان کے بعد صوبہ زابل پر قبضے اور اقتدار کے لیے اسے چن لیا تھا۔ یہ شخص قندہار سے زابل کے ضلع ارغنداب پہنچ چکا تھا اور چاہتا تھا کہ مرکز کلات پر قبضہ کرے۔

شینکئی روانگی:

ضلع سیوری کے اس پہلے مقام پر چند دن ٹھہرنے کے بعد وہ اسی گاؤں میں واقع اپنے دوست عمری صاحب کے ایک دوست عبدالحمید آغا کے گھر پہنچے۔ عبدالحمید آغا کے گھر کے افراد کہیں اور چلے گئے تھے اس لیے یہ مکان خالی تھا۔ جہاں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند دن رہے۔ امیر المؤمنین نے یہاں چند دن گذارے۔ پھر یہاں سے زابل کے ضلع شینکئی گئے جہاں اپنے بہنوئی مولوی عبدالرحمن صاحب کے گھر میں رہنے لگے۔ یہ امیر المؤمنین کی ماں شریک بہن کا گھر تھا۔ کچھ دن یہاں گذارنے کے بعد شینکئی ہی میں مشہور عالم مولوی محمد اکرم صاحب کے گھر منتقل ہو گئے اور چند دن یہیں قیام کیا۔ اس دوران جب ان کا قیام اسی ضلع شینکئی میں تھا انہوں نے کچھ اپنے عسکری ذمہ داران کا اجلاس بھی بلایا۔ جس میں ملا عبدالرزاق نافذ، ملا عبدالقاہر آخند، ملا عبدالجبار عمری، ملا عبدالباری اور احمد جان اخندزادہ شریک رہے۔ اس اجلاس میں بھی جہاد کے تسلسل اور اجراپر گفتگو ہوئی۔ قندہار میں امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں مالیات کے انتظامی مسئول ملا عبدالباری جو اس اجلاس میں شریک تھے، انہوں نے بتایا کہ یہ اجلاس رات کو منعقد ہوا۔ اجلاس میں شرکت کے لیے ہم اس گھر پہنچے جہاں امیر المؤمنین کا قیام تھا۔ برآمدے میں گیس سلینڈر سے روشنی کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس کی روشنی میں اجلاس جاری تھا۔ بات اس پر ہو رہی تھی کہ اب کیا، کیا جائے؟ جہادی کارروائیوں کو تسلسل کیسے بخشا جائے؟

کچھ ساتھیوں کا کہنا تھا کہ کچھ عرصہ انتظار کر لیتے ہیں، امریکی بہت جوش میں ہیں، بعد میں کارروائیوں کا آغاز کریں گے۔ مگر ملا صاحب کا کہنا تھا کہ نہیں ہر شخص اپنے اپنے علاقے میں کام شروع کرے۔ اجلاس کے اختتام پر انہوں نے ملا عبدالرزاق نافذ سے کہا کہ اپنے اصل علاقے ارزگان نہ جائے بلکہ یہیں ان کے آس پاس قیام کرے۔ اسی لیے ملا عبدالرزاق نافذ نے کافی عرصہ وہیں قیام کیا۔ مگر جب سیکیورٹی خدشات کی بنا پر امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے تنہا زندگی اختیار کر لی اور صرف ایک مخصوص قاصد کے ذریعے مجاہدین سے رابطوں کا سلسلہ شروع کیا تو ملا عبدالرزاق بھی زابل چھوڑ کر اپنے علاقے ارزگان چلے گئے۔

امیر المؤمنین نے رمضان کے آخری ایام اور عید الفطر شینکئی ہی میں گذارے۔ یہ ایسا وقت تھا جب کہ پورے ملک میں امریکا کی فوجی کارروائیاں، پروپیگنڈا وار اور نفسیاتی جنگ بہت شدت سے جاری تھی۔ ریڈیو چینلز پر امریکا کی کامیابیوں اور امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کی گرفتاریوں اور شہادتوں کی خبریں مسلسل آرہی تھیں۔ زابل ہی کے ایک سابق جہادی کمانڈر نور اللہ نے امیر المؤمنین کو مشورہ دیا کہ وہ پاکستان چلے جائیں، اور اس کے لیے وہ پوری طرح سے تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ مگر امیر المؤمنین نے پاکستان جانے کا مشورہ مسترد کر دیا اور کہا میں یہیں پر رہنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔

"ضلع سیوری" کی طرف واپسی:

امیر المؤمنین اور ان کے دو ساتھیوں ملا عزیز اللہ اور ملا عبدالباری جو پچیس رمضان کو شینکئی گئے تھے، عید کے چوتھے روز 19 دسمبر 2001ء کو ملا عبدالجبار عمری کی رہنمائی میں واپس ضلع سیوری لوٹ آئے۔ یہاں انہوں نے ابتدا میں خورچ نامی ایک گاؤں میں ملا عبدالکبیر اخوند کے گھر میں 18 دن گذارے۔ پھر اسی ضلع میں ایک دوسرے گاؤں خوڑی منتقل ہو گئے۔ یہاں ایک اور مجاہد استاد عبدالصمد کے گھر میں رہائش اختیار کی۔ یہیں ضلع سیوری میں یہ وہی گھر ہے جہاں امیر المؤمنین رحمہ اللہ 6 جنوری 2002ء سے 2007ء تک رہائش پذیر رہے۔ اس کتاب میں ہم اس گھر کو امیر المؤمنین کے " پہلا گھر یا جائے رہائش" سے ذکر کریں گے۔

پہلا گھر (جائے رہائش):

اس گھر میں امیر المؤمنین رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی ملا عزیز اللہ اخند، ملا عبدالباری اخند اور ملا عبدالجبار عمری نے جدی ۱۶، ۱۳۸۰ کو رہائش اختیار کی۔ یہ لوگ گھر کے ایک طرف بنے کمروں میں رہنے لگے، جن کے دروازے پر ہمیشہ باہر سے تالا پڑا رہتا۔ تاکہ گھر آنے جانے والے پڑوسیوں کو شک نہ پڑے کہ یہاں بھی کوئی ہے۔ ابتدائی دن یہاں سردی کے دن تھے، اس لیے یہاں انگھیٹی جلانے کی ضرورت پڑتی، مگر دن کو اس لیے یہاں انگھیٹی نہیں جلائی جاتی تاکہ چھت پر سے نکلنے والا دھواں دیکھ کر پڑوسی شک نہ کرنے لگیں کہ اس خالی کمرے کی چمنی سے دھواں کیسے اٹھ رہا ہے۔ گھر میں اگر کوئی مہمان آجاتا تو بلند آواز سے بات کرنے سے بھی احتراز کیا جاتا۔ سردیوں کے اختتام اور بہار کی آمد پر ان کے ساتھی عبدالجبار عمری صاحب ان کی اجازت سے چلے گئے اور دو ساتھی ملا عزیز اللہ اور ملا عبدالباری امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے پاس رہ گئے۔

عمری صاحب کا کہنا ہے کہ جب تک میں ان کے ساتھ تھا، تو سالن وغیرہ ہم خود بنا لیتے تھے۔ تیار روٹی اور سالن کے لیے ضروری چیزیں اہل خانہ فراہم کر دیتے جو ہم اسی کمرے میں تیار کرتے۔ ملا عمر رحمہ اللہ کا مزاج ایسا ہی بنا تھا کہ وہ دوستوں کے درمیان کوئی امتیازی شان پسند نہیں کرتے تھے۔

اسی گھر کے ایک فرد اور امیر المؤمنین کے میزبان حاجی عبدالاحد نے بتایا: امریکی جارحیت کے ابتدائی دنوں میں ملا عبدالجبار عمری ہمارے گھر آئے۔ میرے بڑے بھائی سے کہا کہ امیر المؤمنین کی سیکیورٹی کے لیے مجھ سے تعاون کرو۔ ہم نے رضامندی ظاہر کر دی۔ اگلی رات امیر المؤمنین رحمہ اللہ، ملا عبدالجبار عمری، ملا عزیز اللہ اور ملا عبدالباری ہمارے گھر آگئے اور مستقل رہائش اختیار کر لی۔ کئی ماہ تک ان کے ساتھی بھی ان کے ساتھ رہے۔ ہم نے انہیں کتابیں لا کر دیں۔ وہ سب ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتے۔ کچھ عرصہ بعد ان میں سے ایک دوست چلے گئے۔ ان کے دو ساتھی دو سال تک ان کے ساتھ یہیں رہے۔ بعد میں امیر المؤمنین نے ان دو کو بھی رخصت کر دیا اور اکیلے رہنے لگے۔ آپ رحمہ اللہ تلاوت زیادہ کرتے اور اکثر وقت کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتے۔ ریڈیو سنتے۔ سر گھٹنوں پر رکھ کر بہت دیر تک مراقبے میں مصروف رہتے۔ کبھی ہم گھر کے چھوٹے گود میں کھیلنے والے بچے لے کر ان کے پاس جاتے، جن سے وہ کھیل کر دل لگی کرتے۔

امیر المؤمنین کو ہم نے ملا عبداللہ اخند کا نام دیا تھا۔ پہلے ہم نے گھر کے ایک حصے میں انہیں دو کمرے دیے تھے جن کے دروازے آمنے سامنے کھلتے تھے اور ان کے درمیان بند کوریڈور تھا جس کے دروازے کو ہم نے باہر سے تالا لگایا ہوا تھا۔ بظاہر کسی کو شک نہیں ہوتا

تھا کہ یہاں کوئی ہوگا۔ ہمارے گھر میں کسی کا آنا جانا کم ہو، اس لیے ہم نے اپنے رشتہ داروں حتی کہ اپنے بھائیوں سے بھی تعلقات کم کر لیے تھے۔ صرف گھر کے بڑے مرد اور خواتین کو خبر تھی۔ ہماری ماں جس کا اب انتقال ہو چکا ہے انہوں نے اس میں بہت تعاون کیا۔ بہت مہارت سے یہ راز چھپائے رکھا۔ بعد میں ہم نے باغ میں مکان بنوایا اور وہیں منتقل ہو گئے۔ مگر وہاں مسئلہ یہ پیش آیا کہ یہ نیا مکان گاؤں کی آبادی سے کچھ فاصلے پر تھا۔ جب امریکی فوجیوں کا چھاپا پڑتا تو ان کی گاڑیاں اور ہیلی کاپٹر ہمارے گھر کے قریب آکر رک جاتے۔ اس لیے ہم واپس اپنے پرانے مکان منتقل ہو گئے اور امیر المؤمنین کی حفاظت کے لیے ایک نئی ترکیب بنائی۔

گھر کے ایک کونے میں دیگر کمروں کے تسلسل میں بیچ میں ایک ایسا کمرہ بنایا جس کے متعلق کسی انجان آدمی کو بآسانی معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہاں بھی کوئی کمرہ ہوگا۔ اس کمرے کو دروازہ صرف برابر والے کمرے سے کھلتا تھا۔ اور وہ دروازہ ایسا بنایا گیا تھا کہ بظاہر دیوار میں چنی ہوئی الماری لگتا تھا۔ اس الماری نما دروازے سے امیر المؤمنین کے خاص کمرے میں آنا جانا ہوتا تھا۔

امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ نے امریکی جارحیت کے بعد روپوشی کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ اس لیے کوئی اسے ان کا خوف نہ سمجھے۔ کیوں کہ وہ امریکا سے چھپے نہیں بلکہ گھات لگائے ہوئے تھے۔ یعنی وہ جانتے تھے کہ امریکا کے پاس عسکری لحاظ سے وسائل بہت زیادہ ہیں اور آمنے سامنے جنگ میں وہ طاقتور ہوگا۔ جس طرح عام مجاہدین نے محاذوں کی کھلی جنگ کی جگہ گوریلا کارروائیاں شروع کیں، اور گروپ بند حملوں کی جگہ خفیہ کارروائیوں کا آغاز کیا تو امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے بھی اعلانیہ کی بجائے مخفی رہ کر متحرک رہنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ امریکا کو ایک طویل اور حوصلہ شکن جنگ میں گھیر لے۔

ایسی مصلحتوں کی خاطر خود کو روپوش کرنا پیغمبروں کی سنت اور امت کے اکابر کا طریقہ رہا ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ کچھ راتیں غار ثور میں رہے۔ کیوں کہ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی قیمت سو اونٹ مقرر کی تھی۔ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یہاں تک آئے کہ غار ثور کے دہانے پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانے لگے کہ اگر یہ لوگ اپنے قدموں میں دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی ذات پر کامل یقین تھا اس لیے فرمایا کہ تمہیں کیوں فکر ہے ان دو لوگوں کے متعلق جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالی ہماری حفاظت کریں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو اسی اخفا اور احتیاطی تدبیر کی بنا پر نجات دی۔

واقعہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی حفاظت بھی اللہ تعالی کا خاص فضل اور اس عظیم مجاہد کی واضح کرامت تھی۔ کیوں کہ وہ ایسے علاقے میں رہ رہے تھے جہاں امریکی فوجیوں کا بار بار چھاپہ پڑتا تھا۔ ان کی حفاظتی تدابیر بھی بہت معمولی تھیں، اور صرف اس میزبان کی ذاتی ذہانت اور ایجاد کا کرشمہ تھا جہاں امیر المؤمنین رحمہ اللہ رہتے تھے۔ امریکی کئی بار ان کے جائے رہائش کے قریب آئے۔ مگر اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل سے امریکیوں کے شر اور اذیت سے ان کی حفاظت فرمائی۔

"میں اپنی فہم کا مکلف ہوں":

امریکی جارحیت کے ابتدائی سال امریکا کے عسکری دباؤ اور انٹیلی جنس تلاشیوں کے حوالے سے بہت حساس تھے۔ امریکا جو عسکری جارحیت اور کامیابی کے نشے میں تھا افغانستان کے تمام شہروں، دیہاتوں حتی کہ پہاڑوں اور صحراؤں میں بھی گشت اور سرچ آپریشن کرتا رہا۔ دوسری جانب امارت اسلامیہ کے مجاہدین اور خاص طور پر ملا عمر مجاہد کی گرفتاری پر بھاری انعام بھی مقرر کیا تھا۔ ان کی تلاش کے لیے دیہاتوں میں ہیلی کاپٹروں سے پمفلٹ بھی گرائے جاتے۔ ایسے حالات میں اور ان ابتدائی سالوں میں افغانستان کے اندر رہنا وہ بھی ایسے انتہائی مطلوب ترین شخص کے لیے خطروں سے خالی نہ تھا۔ ان سب کے باوجود امیر المؤمنین رحمہ اللہ زابل جیسے صوبے میں ساری زندگی رہے۔ زابل وہ صوبہ ہے جہاں ملک کے دوسرے علاقوں کی بنسبت سب سے پہلے امریکا کے خلاف جہاد اور عسکری کارروائیوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ جس سے امریکیوں کی ساری توجہ اسی علاقے پر مرکوز ہو گئی تھی۔

ان کے ساتھی اور قاصد ملا عزیز اللہ اخند جو اس دوران پہلے ان کے ساتھی رہے پھر قاصد کے طور پر ان سے اکثر ملتے رہے، ان کا کہنا ہے کہ ہم امیر المؤمنین سے کہتے کہ اس علاقے میں رہائش آپ کے لیے خطرناک ہے۔ اسی طرح لوگوں میں یہ باتیں پھیلنے لگی تھیں کہ امریکی فوجیوں کے پاس کھوجی کتے ہیں جس سے تلاشی کے دوران لوگوں کو ڈھونڈتے ہیں۔ ایسی باتیں سن کر ہمیں امیر المؤمنین کے حفاظت کی فکر لاحق ہو جاتی۔ مگر جب یہ باتیں ان سے کہتے تو وہ فرماتے مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں (اللہ کی طرف سے) اپنی فہم اور اپنی تدبیر کا مکلف ہوں۔ مجھے میری فہم کہتی ہے کہ میں یہیں افغانستان میں زیادہ پرامن ہوں۔ اللہ تعالی ہی میری حفاظت فرمائیں گے۔ میں تمہاری فہم کا مکلف نہیں ہوں۔

امیر المؤمنین رحمہ اللہ کا جذبہ توکل انتہائی بلند تھا۔ انتہائی سخت حالات میں بھی ان کے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ اللہ تعالی پر ان کا کامل یقین تھا کہ وہ ان کی حفاظت فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی قسم کھا کر کہتے کہ امریکی اور ان کے کٹھ پتلی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ان کا توکل اس وقت کسی کے لیے قابل فہم نہ ہوتا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے ان کی ایسی ہی حفاظت فرمائی جس طرح ان کا اللہ پر یقین تھا۔

امریکیوں کی تلاشی:

اسی خاندان کے ایک فرد حاجی عبد الاحد نے بتایا کہ امیر المؤمنین جب تک ہمارے گھر میں رہے ہمارے گاؤں پر چار بار امریکی فوجیوں کا چھاپہ پڑا۔ مگر ہر بار اللہ تعالی نے ان کی حفاظت فرمائی۔ ایک دن صبح سویرے جب ہم نماز کے لیے جاگے تو کیا دیکھا کہ سارا گاؤں امریکی فوجیوں سے بھرا پڑا ہے۔ ہمارے گھر میں لکڑیوں کا ایک بڑا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ جس کا درمیانی حصہ ہم نے خالی رکھا تھا۔ ضرورت پڑنے پر آدمی اس میں داخل ہو سکتا تھا۔ امیر المؤمنین

نے احتیاطاً اپنے ساتھیوں سمیت اس میں پناہ لے لی۔ امریکی فوجیوں نے کچھ گھروں کی تلاشی لی اور چلے گئے۔ تلاشی ہمارے گھر تک نہ پہنچ سکی۔

دوسری بار شام کا وقت تھا جب امریکی فوجی آئے۔ ہم گھر پر موجود نہیں تھے۔ ہماری والدہ جو ہماری غیر موجودگی میں گھر کی سرپرستی کرتی وہ بھی اس وقت گھر سے نکل کر کسی پڑوسی کے گھر گئی تھی۔ اسے جب امریکیوں کے آمد کی اطلاع ملی تو دوڑتی ہوئی اپنے گھر آئی۔ گاؤں میں جگہ جگہ اور ہمارے گھر کے سامنے ان کی بکتر گاڑیاں کھڑی تھیں۔ کچھ دیر ان کا گشت رہا پھر چلے گئے۔ امیر المؤمنین کو ان کی آمد کا پتہ ہی نہ چلا۔

ایک دفعہ دوپہر کا وقت تھا جب امریکی فوجی ہمارے گاؤں آئے۔ پورے گاؤں میں تلاشی کا سلسلہ شروع کردیا۔ امیر المؤمنین اپنے خفیہ کمرے میں تھے۔ امریکی فوجی ہمارے گھر میں داخل ہوئے۔ گھر کے تمام کمرے چیک کیے۔ کھوجی کتے بھی ان کے ساتھ تھے۔ خاص اس جگہ بھی پہنچے جہاں سے الماری نما دروازے سے امیر المؤمنین کے کمرے کی طرف دروازہ کھلتا تھا مگر وہ سمجھ نہیں سکے نہ ان کے کتوں کو اس کا احساس ہوسکا۔ امریکی واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ہم ملا صاحب سے ملے، وہ اطمینان سے بیٹھے تھے، کہہ رہے تھے بے فکر رہو ہماری حفاظت اللہ کرے گا۔

ایک دن صبح سویرے پو پھٹنے کا وقت تھا جب ہیلی کاپٹر گاؤں میں اترے۔ ہمارے گھر کے پاس ندی میں بھی تین چینوک ہیلی کاپٹر زلینڈ کرگئے۔ گاؤں کے بالائی گھروں سے گھر گھر تلاشی شروع ہوگئی۔ جو لوگ فجر کی نماز پڑھنے گھر سے نکلے تھے سب کو باہر ہی بٹھادیا۔ ہم مسجد کی طرف نکلے نہیں تھے اس لیے گھر ہی میں پھنس کر رہ گئے۔ اس وقت تلاشی ہمارے گھر کے انتہائی قریب پہنچ چکی تھی۔ تلاشی لینے والے اہلکاروں سے قبل دو خواتین امریکی فوجی اور ایک ترجمان خاتون ہمارے دروازے کی طرف آگئیں۔ پھر گھر کی دہلیز کے اندر آگئیں اور ہمارے گھر کی خواتین سے گفتگو کرنے لگیں، وہ پوچھنے لگیں کہ یہاں طالبان تو نہیں ہیں؟ ہمارے گھر کی خواتین نے کہا نہیں۔ ان کی گفتگو جاری رہی۔ بعد میں جب تلاشی کا سلسلہ ہمارے گھر تک پہنچا تو انہیں خواتین اہلکاروں نے جاکر اپنے فوجیوں سے کہا کہ یہاں ہم دیکھ چکیں یہاں کوئی نہیں ہے۔ اس طرح تلاشی کا یہ سلسلہ ہمارے گھر سے آگے بڑھ گیا۔

حاجی عبدالاحد کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ اگرچہ پورا احتیاط کرتے کہ دشمن سے کسی طرح سامنا نہ ہو، مگر اپنے کمرے میں اسلحہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ ایک کیو بن شارٹ گن، ایک کلاشنکوف اور ایک تیس بور کا میگاروف پستول بے شمار گولیوں کے ساتھ ہر وقت اپنے پاس رکھتے۔ کہ اگر ممکنہ طور پر امریکی انہیں ڈھونڈ لیتے تو امیر المؤمنین آخری سانس تک ان سے لڑتے اور زندہ خود کو حوالے نہ کرتے۔

معاونین کا تقرر اور مرکزی شوریٰ کی تشکیل:

امریکی جارحیت کا پہلا سال جارحیت پسندوں کے بے پناہ فوجی دباو اور ہمہ پہلو گھیرے کا دور تھا۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اگرچہ اس سال تورابورا، شاہی کوٹ، بولدک کے ہوڈی پہاڑ اور زابل کی منتشر عسکری کارروائیوں کی صورت میں اپنی مزاحمت کے مظاہرے کیے تھے۔ مگر یہ کارروائیاں امارت اسلامیہ کی پرانی تشکیلات کے تحت ہورہی تھیں۔ نئے حالات کے مطابق نئی تشکیلات نہیں ہوئی تھیں۔

اس تاخیر کی ایک وجہ تو پہلے برس کی سختیاں، تکالیف اور اضطراری حالات تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ ملا عبدالجبار عمری کے بقول امیر المؤمنین افغانستان پر امریکا اور ناٹو کی جارحیت کو اسلام اور کفر کی جنگ قرار دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ عام مسلمان اور اسلامی دنیا ایک شدید آزمائش کا شکار ہیں۔ انہیں توقع تھی کہ مسلم دنیا امریکی جارحیت کے خلاف غیر جانبدار نہیں رہ سکے گی۔ افغانستان کے مجاہد عوام کی حمایت ضرور کرے گی اور اسلامی سرزمین سے صلیبی تسلط کے خاتمے کے لیے اپنی کوششیں کرے گی۔

امریکی جارحیت کا ایک سال مکمل ہونے کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں جہادی مزاحمت بھی نئی سانسیں لے رہی تھی۔ امارت اسلامیہ کے کچھ اعلی سطحی قائدین اور عوامی رہنماؤں کی جانب سے امیر المؤمنین کو مختلف ذرائع سے بار بار پیغام مل رہا تھا کہ موجودہ حالات کے مطابق جہاد کی قیادت کے لیے نئی تشکیلات کی جائیں۔ انہوں نے جہاد کی براہ راست قیادت کے لیے ملا عبیداللہ اخند اور ملا عبدالغنی برادر کو اپنا نائب مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک صوتی پیغام ریکارڈ کرکے اس میں نئی شوری کی تشکیل کی جو 11 اراکین پر مشتمل تھا۔ ملا عبیداللہ اخند، ملا عبدالغنی برادر، مولوی جلال الدین حقانی، ملا محمد حسن اخوند، ملا اختر محمد منصور، ملا داد اللہ اخوند، مولوی اختر محمد عثمانی، حافظ عبدالمجید صاحب، ملا گل آغا، مولوی احمد اللہ (مولوی نانای)، ملا عبدالرزاق نافذ۔

اسی سال کے اواخر میں 8 افراد کا اضافہ کرکے مرکزی رہبری شوری میں مزید توسیع کردی۔ جن میں مولوی نور محمد ثاقب، مولوی عبدالکبیر، ملا عبداللطیف منصور، ملا عبدالسلام کاتب اور مولوی امین اللہ شامل ہیں۔ بعد میں امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے وقتاً فوقتاً نئے اراکین کا اضافہ کیا، ان کی حیات کے آخری ایام تک رہبری شوری کے اراکین کی تعداد 25 ہوگئی۔ جن میں مولوی امیر خان متقی، ملا عبدالقیوم ذاکر، ملا عبدالرزاق اخند، شیخ الحدیث مولوی عبدالرشید شینواری، ملا محمد رسول اور ملا عبدالرؤف خادم بھی رہبری شوری کے اراکین بن گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس وقت سیاسی دفتر کے سربراہ طیب آغا کی درخواست اور امیر المؤمنین کی منظوری سے سیاسی دفتر کے تین اراکین مولوی شیر عباس ستانگزئی، ملا عبدالسلام حنفی اور مولوی نیک محمد بھی رہبری شوری میں شامل ہوگئے۔

رہبری شوری کی تشکیل کے فوراً بعد امیر المؤمنین نے ایک اور پیغام بھیج کر جہادی امور کی بہتر تنظیم سازی اور براہ راست قیادت کے لیے عسکری کمیشن تشکیل دیا۔ عسکری کمیشن کے دو ونگ تھے جو افغانستان کے مشرقی اور مغربی صوبوں کے زون میں تقسیم تھے۔ مشرقی زون میں 22 صوبے تھے جن کے سربراہ صدر ملا محمد ابراہیم صاحب مقرر کیے گئے جبکہ مغربی زون کے 12 صوبوں کے لیے سربراہ قاری فیض محمد سجاد کو مقرر کیا گیا۔

عسکری کمیشن کی تشکیل کے ساتھ سول امور کی انجام دہی کے لیے پہلے اقتصادی، میڈیا اور سیاسی کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو اپنے اپنے متعلقہ شعبوں میں کام کرنے لگے۔ اس

کے بعد قضا اور عدالتوں کا ادارہ، صحت کمیشن، شہداء، تعلیم و تربیت کمیشن، اقتصادی کمیشن، قیدیوں کے امور کا کمیشن، معذوروں اور یتیموں کا سرپرست کمیشن، دعوت و ارشاد کمیشن، رفاہی امور اور اداروں کا کمیشن، عوامی نقصانات کی روک تھام کا ادارہ، اس کے علاوہ بھی کئی ادارے قائم کیے گئے۔ اس طرح امارت اسلامیہ ایک بار پھر ایک مکمل نظام کے طور پر سامنے آئی۔

چونکہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ ایک خفیہ مقام پر رہائش پذیر تھے اور مجاہدین سے ان کا رابطہ صرف دو قاصدوں کے ذریعے ہوتا تھا اس لیے انہوں نے امور کی تیزی سے ادائیگی کے لیے رہبری شوریٰ کو وسیع اختیارات دیدیے تھے۔

جائے رہائش کی تبدیلی:

پہلے یہ بتایا جاچکا ہے کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ خفیہ زندگی کے دور میں دو جگہ قیام فرمایا۔ پہلے گھر میں پانچ سال قیام کیا اور دوسرے گھر میں تقریباً سات سال گذارے۔ جس طرح افغانستان کے اندر رہنا ان کا اپنا فیصلہ اور بقول ان کے اپنی فہم اور تدبیر کے تقاضے پر عمل تھا، اپنے ٹھکانے کی تبدیلی بھی ان کا اپنا اور اچانک فیصلہ تھا۔

ان کے قاصد ملا عزیز اللہ اخند کا کہنا ہے کہ ایک دن اچانک جس گھر میں آپ کی رہائش تھی اس کے اہل خانہ نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا امیر المؤمنین کہتے ہیں کہ آج ہی نکل کر فوراً میرے پاس پہنچو۔ اس بات سے میں بہت حیران ہوا، سوچ رہا تھا کہ کوئی ایمرجنسی پیش آگئی ہوگی۔ سفر کا آغاز کیا اور رات دیر سے ان کے پاس پہنچا۔

پہلے گھر کے سربراہ سے ملاقات اور گفتگو کی۔ ان سے پوچھا کہ کیا بات پیش آئی ہے کہ اتنا فوری بلالیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں بھی کچھ پتہ نہیں۔ ہمیں امیر المؤمنین نے بس اتنا ہی کہا ہے کہ ملا عزیز اللہ اخند کو بلاؤ۔ میں امیر المؤمنین سے ملنے گیا تو وہ بالکل ٹھیک تھے۔ اپنا ستی بیگ اور کلاشنکوف سامنے رکھ کر تیار بیٹھے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ میرا انتظار کر رہے تھے اور نکلنے کی تیاری میں تھے۔ میں نے مصافحہ کیا، مصافحہ کے بعد فوراً کہا چلو چلتے ہیں خیر سے۔ میں نے کہا "اللہ خیر کرے گا، ہم کہاں جارہے ہیں؟ کیوں یہاں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟" کہا نہیں مسئلہ کوئی نہیں، یہیں ضلع سیوری میں عمرزو کے گاؤں جائیں گے۔ میں نے کہا اب بہت رات ہوچکی ہے۔ جن کے پاس ہم جارہے ہیں ان کو بھی کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔ مجھے راستے کا بھی صحیح علم نہیں۔ تاریکی بھی ہے اور راستہ بھی بہت طویل ہے۔

پھر میں نے کہا میں جاکر اہل خانہ کو یہ اطلاع دیتا ہوں۔ وہ دوسرے کمرے میں بیٹھے تھے۔ میں نے جاکر جب انہیں بتایا کہ امیر المؤمنین آپ کے گھر سے جانا چاہتے ہیں تو وہ بہت رنجیدہ ہوگئے۔ پوچھنے لگے کہ کیوں ہمارے کسی فعل سے ناراض ہوگئے ہیں یا کوئی مسئلہ پیش آگیا ہے؟ میں نے کہا نہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ ناراض نہیں ہیں بس وہ رہائش کا مقام بدلنا چاہتے ہیں۔ میزبانوں نے کہا کہ چلو پھر ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے اور آپ کو چھوڑ آتے ہیں۔ امیر المؤمنین نے کہا نہیں آپ لوگ تکلیف نہ کریں ہم راستہ ڈھونڈ لیں گے ان شاء اللہ۔

پھر ہم نے اپنا بیگ (جس میں ان کی ضرورت کا سامان تھا) اور اسلحہ اٹھایا اور چل پڑے۔ یہ 2005ء کا سال تھا۔ ایک طرف اندھیرا تھا اور دوسری طرف میں راستے سے واقف نہیں تھا، راستہ بھی بہت طویل تھا۔ راستے میں ایک امریکی اڈہ بھی پڑتا تھا۔ حکومتی صوبائی سیکریٹریٹ اور حفاظتی چوکیاں بھی تھیں۔ ہماری کوشش تھی کہ راستے سے ہٹ کر اندھیرے میں چلیں مگر امریکی کیمپ کی لائٹیں اتنی تیز تھیں کہ ہم جتنی بھی کوشش کرتے اس کی زد میں آنے سے بچ نہیں سکتے تھے۔ راستے سے زیادہ دور ہٹ بھی نہیں سکتے تھے کیوں کہ راستے سے ناواقفیت کے باعث کہیں بھٹک جانے کا خدشہ بھی تھا اور آس پاس کھائیاں اور جھاڑیاں بھی زیادہ تھیں۔ امیر المؤمنین رحمہ اللہ کو چلتے ہوئے بہت تکلیف ہورہی تھی کیوں کہ وہ پانچ سال مسلسل ایک جگہ رہے تھے، پیدل نہیں چلے تھے۔ اس رات ہم کل ملا کر پانچ گھنٹے چلے ہوں گے۔ پیدل سفر کے دوران ایک مرتبہ وہ اتنے تھک گئے کہ چلنا ناممکن ہوگیا مگر اس کے باوجود وہ چلتے رہے۔ میں نے کہا میں تمہیں کندھوں پر اٹھا کر چلتا ہوں۔ مگر ان کا دل نہیں چاہا، وہ بہر حال چلتے رہے۔ آخر جب بالکل ہی تھک گئے تو میں نے انہیں کندھوں پر اٹھایا۔ پھر ایسا ہوا کہ میں پہلے ان کا بیگ اور اسلحہ ساتھ لے کر کہیں تک لے جاتا، پھر آکر ان کے ساتھ چلنے میں مدد کرتا۔ کچھ دیر ہم اسی طرح چلتے رہے، پھر ان کی طبیعت واپس ٹھیک ہوئی اور خود ساتھ چلنے لگے۔

گاؤں پہنچ کر اس گھر کے پاس پہنچے جہاں امیر المؤمنین کو قیام کرنا تھا، وہیں ایک دیوار کے ساتھ وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ یہ مرحوم شیر علی اکا کا گھر تھا۔ یہ وہی گھر تھا جہاں قندہار سے آنے کے بعد امیر المؤمنین نے پہلی بار زابل کے مقامی مجاہدین سے ملاقات اور اجلاس کیا تھا۔ اور پہلی راتیں بھی یہیں گذاری تھیں۔ میں نے ان سے کہا میں پہلے جاکر معلوم کرتا ہوں کہ گھر میں کوئی مہمان تو نہیں۔ اور مہمان خانے کا دروازہ کھولتا ہوں۔ کیوں کہ دروازے پر دستک دینے سے آس پاس کے گھروں کے لوگ جاگ جاتے۔ شیر علی اکا کے مہمان خانے کا دروازہ گھر کی چاردیواری کے دروازے سے الگ تھا۔ مہمان خانے کی چاردیواری سے پھر ان کے گھر کی جانب راستہ کھلتا تھا۔ میں دروازے کے پاس گیا تو اللہ کے فضل سے یہ دروازہ آسانی سے کھل گیا۔ مہمان خانہ بھی خالی تھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے آکر انہیں بتایا۔ وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ میں نے امیر المؤمنین کو مہمان خانے کے اندر بٹھایا اور خود جاکر اہل خانہ کو اطلاع دیدی۔ گھر والے گھبرا گئے کہ ایسی تاریکی میں اتنی دیر اور ایسے اچانک کیسے آنا ہوا۔ کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔ امیر المؤمنین نے کہا نہیں کوئی مسئلہ نہیں بے فکر رہو۔ پھر انہوں نے مرحوم شیر علی اکا سے کہا جاکر مولوی عبدالجبار عمری کو اطلاع کردو۔ عبدالجبار عمری آگئے تو امیر المؤمنین نے ان سے مشاورت کے بعد فیصلہ کیا کہ اب یہیں قیام کریں گے۔ اس طرح بقیہ تمام زندگی انہوں نے اسی گھر میں بسر کی۔

دوسری جائے قیام:

امیر المؤمنین کی یہ دوسری جائے قیام بھی اسی زابل ضلع سیوری کے گاؤں عمرزو میں ہے۔ اسی گھر میں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سات سال پانچ ماہ گذارے۔ ان کی وفات کے

کئی سال بعد زیر نظر کتاب کے لیے معلومات جمع کرنے کے لیے راقم خود اس گھر گیا۔ اہل خانہ نے امیر المؤمنین کی طرز زندگی اور حیات کے متعلق معلومات فراہم کیں۔

یہ مٹی اور گھارے کا بنا ایک پرانا کچا مکان ہے۔ علاقے کے دیگر غریبانہ گھروں کی طرح اس کی دیواریں بہت چھوٹی اور قدیم طرز پر بنے کمرے تھے۔ مہمان خانے کی چار دیواری کا دروازہ بہت پرانا تھا۔ مہمان خانے کی چار دیواری کے اندر ایک جانب نسبتاً اچھا کمرہ بنا تھا جو گھر کا عمومی مہمان خانہ تھا۔ یہاں جب امیر المؤمنین کے قاصد آتے تو یہیں کھانا کھاتے، آرام کرتے اور گفتگو ہوتی۔ اس چار دیواری کے مغربی جانب ایک دروازہ کھلتا ہے، اندر ایک کمرہ ہے، جہاں احتیاط کے موقع پر چھپنے کی جگہ بھی بنائی گئی تھی۔ امیر المؤمنین نے پہلے اسی کمرے میں قیام کیا اور دو سال یہاں رہے۔ بعد میں میزبانوں نے اسی چھوٹے سے صحن کے عقب میں ایک اور مکان بنایا جس کے شمالی جانب دو کمرے اور ان کے سامنے باغیچے کے لیے جگہ بنائی۔ ان دونوں کمروں میں سے ایک مشرقی جانب والا کمرہ امیر المؤمنین کے لیے ہی بنایا گیا تھا جس کے آگے ایک برآمدہ اور سردیوں میں دھوپ سینکنے کی جگہ تھی۔ ایک چھوٹا سا باغیچہ بھی تھا۔ اس کمرے میں اٹیچ باتھ روم اور احتیاطی طور پر چھپنے کے لیے الگ جگہ بھی بنی تھی۔ ممکنہ خطرے کے موقع پر وہ وہیں چلے جاتے۔

میں اس گھر میں پہنچا تو دیکھا کہ ان کمروں کے آگے باغیچے میں درختوں کے چھوٹے نہال کھڑے تھے۔ انگور کی چھوٹی بیلیں، بادام کے نارسیدہ درخت اور گلاب کے پودے بھی تھے۔ سامنے امیر المؤمنین کے رہنے کی جگہ، ایک چھوٹا سا برآمدہ، اس برآمدے ک آگے ڈیڑھ میٹر طویل و عریض چھوٹا سا چمن تھا۔ برآمدے سے اندر کی جگہ دروازہ کھلا ہے۔ یہ امیر المؤمنین کا رہائشی کمرہ ہے۔ تین بائی تین میٹر کا کچا کمرہ جسے سفید کلر دیا گیا تھا۔ کمرے میں قبلے کی جانب ایک لکڑی کی چارپائی ہے۔ یہ امیر المؤمنین کے بیٹھنے کی خاص جگہ تھی۔ یہاں بیٹھ کر دیوار سے تکیہ لگانے کی وجہ سے دیوار پر سر اور کندھوں کے نشان اب بھی تھے۔ چارپائی کے پاس بہت سی کتابیں بھی رکھی ہوئی تھیں جن کا وہ مطالعہ کرتے تھے۔

کمرے میں ایک چھوٹا سا اٹیچ واش روم بھی تھا۔ اس کے ساتھ ایک طرف دیوار میں ایک الماری بھی تھی جسے زرد رنگ دیا گیا تھا۔ یہ الماری دراصل امیر المؤمنین کے نجات کا ظاہری ذریعہ تھا۔ یہ الماری دراصل کھڑکی یا ایک دروازہ ہے، اسے پیچھے دھکیل دیا جائے تو یہ کھل جاتا ہے، دیوار کے پہلو میں بنی خفیہ جگہ کی جانب جانے کا راستہ یہی ہے۔ جب تلاشی ہونے لگتی تو وہ اسی الماری کی کھڑکی سے اسی خفیہ جگہ میں کود جاتے اور کسی کو شک بھی نہ ہوتا کہ یہاں کوئی اور جگہ بھی ہوگی۔

دوسری جائے رہائش میں سیکیورٹی خطرات:

وہ علاقہ جہاں امیر المؤمنین نے اپنی زندگی کے آخری تقریباً سات سال بسر کیے ضلع سیوری کے مرکز کے قریب واقع ہے۔ امریکا کے خلاف جہاد میں صوبہ زابل وہ صوبہ ہے جہاں دیگر صوبوں سے پہلے جہادی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ ملا روزی خان شہید اور ان کے کچھ دیگر مجاہدین نے یہاں 2002 ہی سے گوریلا کارروائیوں کے لیے اپنی تشکیلات منظم کرلی تھیں۔ زابل کے جنوبی اضلاع میں کبھی کبھی حکومتی اور امریکی اہداف پر حملے کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ امریکا نے اسی صوبے میں اپنے فوجیوں کی کمک رسانی اور بروقت فضائی مدد کے لیے ضلع سیوری ہی میں ایک بڑا فوجی اڈہ قائم کیا۔ پھر صوبہ زابل کے مرکز کلات سے اس اڈے تک پکی سڑک تعمیر کرلی۔ اس اڈے میں ہیلی کاپٹروں کا میدان بھی تھا۔ امریکی فوجی اسی اڈے سے پورے صوبہ زابل میں چھاپے مارتے اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے فضائی کارروائیاں کرتے۔

جس علاقے میں امیر المؤمنین کی رہائش تھی، لوگ مجاہدین سے بھرپور تعاون کرتے، یہاں کے اکثر نوجوان مجاہدین میں شامل تھے۔ یہاں تک کہ امریکا کے خلاف جنگ میں اس چھوٹے سے گاؤں کے بیس سے زائد نوجوان شہید ہو چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ امریکی اس خطے کو مجاہدین کے اثر و رسوخ اور قوت کا علاقہ سمجھتے تھے۔ علاقے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ امریکی فوجی درجنوں، درجنوں بار اس علاقے میں آئے اور چھاپے مارے، مگر جس گھر میں امیر المؤمنین کا قیام تھا اس کی دہلیز میں نو بار گئے۔ کبھی یہ لوگ پورے گھر کی تلاشی لیتے اور کبھی صرف پوچھ گچھ کر کے چلے جاتے۔ اس میں دو مرتبہ امیر المؤمنین کے خاص کمرے میں بھی گئے، مگر امیر المؤمنین اپنے مخفی قیام گاہ میں ہوتے اور امریکی فوجیوں کا سامنا نہ ہوتا۔ ان تمام شدید سیکیورٹی خطرات کے باوجود اللہ تعالی نے انہیں نجات دی، آخر تک دشمن کو یہ توفیق نہ ملی کہ انہیں گرفتار کرتے یا مار دیتے۔ حالانکہ ان کے سر پر لاکھوں امریکی ڈالرز کا انعام مقرر تھا۔ انہیں ڈھونڈنے کے لیے ہیلی کاپٹروں سے بار ہا پمفلٹ گرائے جاتے تاکہ لوگ ان کے متعلق امریکا کو معلومات دے سکیں۔

مخصوص قاصدوں کے توسط سے امارت اسلامیہ کا نظام سنبھالنا:

امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے اسی خفیہ مقام سے امارت اسلامیہ کے انتظامی معاملات اپنے مخصوص قاصدوں کے ذریعے سنبھالے۔ یہ دو قاصد ابتدا میں ملا عزیز اللہ اخند اور ملا عبدالباری اخند تھے۔ مگر بعد میں معاملات ایک ہی چینل سے سنبھالنے اور انہیں مزید منظم کرنے کے لیے صرف مولوی عزیز اللہ ہی کو قاصد متعین کیا گیا۔ جہاد کے ابتدائی سالوں میں جب جہادی سرگرمیاں کم تھیں تو قاصد کا آنا جانا بھی کم ہوتا تھا۔ کئی مہینوں میں ایک بار اس کی آمد ہوتی تھی۔ بعد میں جب امارت اسلامیہ کی تشکیلات وسیع اور سرگرمیوں میں تیزی آئی تو نمائندے کی آمد و رفت بھی بڑھ گئی۔ مگر پھر بھی قاصد کی آمد و رفت کا کوئی مخصوص دن یا کوئی مخصوص تاریخ متعین نہیں تھی۔ کبھی ایک مہینے میں کئی بار قاصد آتا اور کبھی ایک مہینے سے زیادہ تاخیر بھی ہو جاتی۔

امیر المؤمنین نے جہادی امور کے اکثر اختیارات رہبری شوری اور اپنے نائبین جیسے ملا عبیداللہ اخند، ملا عبدالغنی برادر اخند اور ملا اختر محمد منصور کے حوالے کر دیے تھے۔ اس لیے بہت سے معاملات میں ان سے براہ راست مشاورت کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس کے باوجود امیر المؤمنین رحمہ اللہ جہاد کے تمام عسکری اور سول معاملات سے خود کو آگاہ رکھتے، اور ہر شعبہ سے متعلق اپنی رائے متعلقہ اداروں اور ذمہ داران سے شریک کرتے۔ امیر المؤمنین رحمہ اللہ سے مشاورت اکثر ان امور میں طلب کی جاتی جن پر رہبری شوری میں اتفاق رائے مشکل ہو جاتا۔ یا کوئی اختلافی موضوع اور بڑی سطح پر کوئی شکایت ہوتی، یا

داخلہ وخارجہ پالیسی کے متعلق کوئی اہم اقدام ہوتا۔

امیر المؤمنین کے قاصد کا کہنا ہے کہ وہ فدائی حملوں کے متعلق بہت احتیاط اور تحقیق کی تاکید کرتے، کہ یہ حملے دشمن کے انتہائی اہم ترین مراکز پر ہونے چاہییں اور پوری طرح تحقیق اور معلومات کے بعد ہونی چاہییں۔ امریکا کے متعلق ان کا کہنا تھا کہ یہ زیادہ طویل عرصہ جنگ نہیں لڑ سکتے۔ یہ بہت جلد جنگی علاقے چھوڑ کر پیچھے ہٹ جائیں گے اور اختیارات مقامی فوجیوں کے حوالے کریں گے۔ امریکی فوج کی پسپائی اور عقب نشینی کے بعد ان کا کہنا تھا کہ داخلی فورسز پر حملے اس طرح ہونے چاہییں کہ جس سے ان کے حوصلے پست ہوں اور وہ مرعوب ہو جائیں۔ انہیں منظم ہونے کا موقع نہ ملے۔ داخلی فوجیوں پر کمزور گوریلا حملے ہوں تو اس سے ان کے حوصلے بلند ہوں گے، اور مزاحمت کی ہمت بڑھے گی۔ ان کے یہ پیغامات جب ان کے نمائندوں کی توسط سے امارت اسلامیہ کے نائبین تک پہنچتے تو وہ بہت باریک بینی سے اس کا جائزہ لیتے، انہیں محفوظ کرتے اور عسکری ذمہ داران تک پہنچاتے۔

چونکہ امارت اسلامیہ کے تمام مجاہدین دینی جذبے اور عقیدے کی بنیاد پر جہاد کے لیے نکلے تھے اور اطاعت کا جذبہ ان میں موجود تھا، اس لیے امیر المؤمنین رحمہ اللہ اگرچہ جسما غائب تھے مگر امارت کے نظام پر ان کا پورا کنٹرول تھا۔ اور یہ وسیع جہادی صف ایک چھوٹے سے گروپ کی طرح ان کی گرفت میں تھا۔ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ امارت اسلامیہ کے کسی فرد یا گروپ نے امیر المؤمنین کے کسی حکم سے سرتابی کی ہو۔ امیر المؤمنین کا ہر فرمان ان کے لیے حرف آخر تھا، جسے ہر مجاہد پورے شوق اور اخلاص سے بجالاتا۔

جارحیت کے خلاف جہادی تسلسل کا مختصر جائزہ:

امریکی جارحیت کے خلاف امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں افغان مجاہد عوام کا جہاد اور سالہا سال تک اس کا تسلسل معاصر تاریخ کے محیر العقول واقعات میں سے ہے۔ یہ جارحیت جس میں ناٹو کے ارکان سمیت 48 کفریہ ممالک کی افواج نے حصہ لیا، جس میں خطے اور دنیا بھر سے 21 دیگر ممالک کا انٹیلی جنس تعاون بھی شامل رہا۔ اس کے مقابلے میں امارت اسلامیہ کے وہ نہتے مجاہدین تھے جنہیں نہ دنیا کے کسی ملک نے رسما تسلیم کیا تھا، نہ کوئی انہیں مالی، عسکری یا سیاسی تعاون دینے کو تیار تھا۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے انتہائی سخت حالات میں جہاد کا آغاز کیا تھا۔ جہادی تحریک کے ابتدائی سال انتہائی سخت تھے۔ کیوں کہ ایک طرف افغانستان کے اکثر خطوں میں امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کا تسلط تھا۔ مجاہدین کی گرفتاریوں اور خاتمے کے لیے انتہائی وسیع اور پیچیدہ جاسوسی جال بچھائے گئے تھے۔ دوسری طرف پڑوسی ممالک پاکستان اور ایران میں بھی مجاہدین محفوظ نہ تھے۔ پاکستان کا اس وقت کا فوجی ڈیکٹیٹر پرویز مشرف جو امریکی صدر جارج ڈبلیو بش سے پورا تعاون کر رہا تھا یہاں تک کہ امریکی فوج اور انٹیلی جنس اہلکاروں کو اپنے ملک میں کارروائی کی اجازت دے رکھی تھی۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین، ان کے حامی اور ہر وہ شخص جس نے افغان عوام کے جہادی موقف اور داعیے کی حمایت کی یا تعاون کیا، پاکستان کے سیکورٹی اداروں نے انہیں گرفتار کر کے امریکا یا کابل انتظامیہ کے حوالے کیا۔ اسی طرح ایران اور عرب ممالک میں بھی امارت اسلامیہ کے حامیوں کی شدید نگرانی کی جاتی۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود مجاہدین حوصلہ نہیں ہارے اور پورے عزم واستقامت سے یہ جہادی سلسلہ زندہ رکھا۔

جہاد کے ابتدائی سالوں میں پکتیا، زابل، قندہار اور ملک کے دیگر خطوں میں جارحیت پسندوں کے خلاف جنگیں ہوئیں۔ جس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہونے لگے۔ بعد میں گوریلا حملوں، دشمن کی کانوائے پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکوں، میزائل حملوں اور ٹارگٹ حملوں کا سلسلہ تیز ہونے لگا۔ جس کے ساتھ ہی شب ناموں (مجاہدین کی جانب سے راتوں رات شائع ہو کر چسپاں کیے جانے والے پوسٹر جس میں عوام اور کابل انتظامیہ کے نام اپنے پیغامات اور خبرداری دی جاتی تھی) اور امریکا کی کٹھ پتلیوں کو براہ راست دھمکیوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ جس سے دشمن کے حوصلے پست ہونے لگے۔ فدائی حملوں کا سلسلہ بھی آہستہ آہستہ شروع ہو گیا، جس نے شہروں کے اندر دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔

2006ء کے آغاز کے ساتھ جہادی کارروائیوں کی نوعیت بھی بدل گئی۔ مجاہدین نے شب خون اور چھوٹے حملوں سے آگے بڑھ کر دن دیہاڑے بڑے بڑے حملوں کا آغاز کر دیا۔ اس وقت تک ملک کے مختلف دور دراز حصوں اور پہاڑی علاقوں میں جہادی تربیت کے مراکز، ریموٹ کنٹرول اور دیگر بم تیار کرنے کے لیے کارخانے اور فدائی مجاہدین کے معسکر قائم کیے جا چکے تھے۔ اس کے ساتھ جہادی کارروائیوں کی کیفیت اور تعداد میں فرق آگیا۔ مجاہدین سب سے پہلے ہلمند کے جنوبی علاقے ریگزار میں بڑے چھاپہ مار گروپوں کی صورت میں اکٹھے ہوئے، اور ہلمند ضلع گرمسیر پر قبضہ کر کے کابل کی کٹھ پتلی حکومت کو شدید ضرب لگائی۔

اس مرحلے میں کنڑ اور نورستان کے پہاڑوں سے پھر فراہ اور ہلمند کے دشت و ریگستانوں تک افغانستان کے تمام علاقوں میں جہادی بیداری کی تحریک اٹھی۔ جس سے ملک کے تمام صوبوں میں جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے مراکز، کانوائے اور اعلی عہدیداروں پر براہ راست حملوں، دھماکوں، فدائی حملوں اور میزائل حملوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عسکری کارروائیوں کے ساتھ مجاہدین کے صوتی، پرنٹ اور ویڈیو نشریات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ بعد ازاں انٹرنیٹ پر فعالیت سے امریکا کے خلاف جہاد کی خاموش آواز مختلف زبانوں میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی۔

ان سالوں میں جہادی کارروائیوں میں غیر متوقع اضافے سے کابل انتظامیہ کے ستون لرز گئے۔ جارحیت پسند دشمن کو خطرہ ہوا کہ میدان جنگ میں ان کی آبرو سلامت نہیں رہنے والی، اس لیے انہوں نے عسکری کارروائیوں میں اضافے کے لیے اپنے فوجیوں کی تعداد 20 ہزار سے 31 ہزار تک بڑھا دی۔ مگر جب یہ تعداد بھی جنگ کو قابو نہ کر سکی تو پینٹاگون نے اپنے فوجیوں کی تعداد دوگنی کر دی، یعنی 2009ء تک امریکی فوجیوں کی تعداد 68 ہزار ہو گئی۔

میدان جنگ میں امریکی فوجیوں کے اضافے سے ایک جانب امریکا کے لیے جنگ کے مصارف کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ دوسری جانب امریکی فوج کے جانی نقصان میں بھی بے پناہ

اضافہ ہو گیا اور مجاہدین کو ہر روز امریکی جارحیت پسندوں پر حملوں کے لیے اہداف آسانی سے میسر آنے لگے۔ 2009ء میں نئے امریکی صدر بارک اوباما نے ایسے حالات میں اپنی حکومت کا آغاز کیا جب افغانستان وائٹ ہاوس کا سب سے پیچیدہ مسئلہ بن چکا تھا۔ بارک اوباما نے آتے ہی بش کی پالیسیوں کو تسلسل دیتے ہوئے طاقت کے استعمال کا فیصلہ کیا۔ افغانستان میں اپنی نئی اسٹریٹیجی کا اعلان کیا۔ یہاں تک کہ 2010ء میں امریکی فوج کی تعداد 1 لاکھ ہوگئی۔ ایک لاکھ امریکی فوج کے علاوہ 48 اتحادی ممالک کی 29469 افواج موجود تھیں۔ مگر یہی سال سب سے زیادہ امریکی افواج کی ہلاکت کا سال تھا۔ ہزاروں امریکی اور دیگر جارحیت پسند فوجی مجاہدین کے حملوں میں ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

بارک اوباما نے جنگ میں کامیابی کے لیے مشہور جنرل، سٹینلے میک کرسٹل کو متعین کر دیا۔ مگر وہ مختصر عرصے میں ہی اپنے مشن میں غیر موثر ثابت ہوگئے۔ جس نے بعد ازاں وائٹ ہاوس اور پینٹاگون حکام کے خلاف میڈیا پر کھلے عام گفتگو شروع کی۔ یہاں تک کہ اسے ڈیوٹی سے معزول کر دیا گیا۔ ان کی جگہ امریکی افواج کی جنرل کمانڈ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس کو دی گئی۔ ڈیوڈ پیٹریاس نے افغانستان میں امارت اسلامیہ کے خلاف جنگ جیتنے کے لیے اربکی (کرائے کے سول جنگجوؤں) سے کام لینے کے لیے اس منصوبے کا آغاز کیا۔ جس میں ملک بھر سے ملینوں ڈالر لگا کر سابقہ وار لارڈز اور نااہل وبدقماش لوگوں کو محلی پولیس یا اربکی کے نام پر جمع کر کے کام پر لگایا گیا۔ امریکا کا خیال تھا کہ اس طرح وہ مجاہدین سے وہ علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائے گا جو مجاہدین نے بھاری نقصان کے بدلے امریکا سے چھینے تھے۔ مگر چونکہ یہ محلی پولیس یا اربکی انتہائی ظالم، وحشی اور برے قماش کے لوگ تھے، اس لیے عوام کی جانب سے ان کے خلاف شدید ردعمل آگیا۔ اس لیے کچھ عرصہ بعد یہ پروجیکٹ بھی ناکام ہو گیا اور اطراف کے علاقے واپس مجاہدین کے ہاتھ آگئے۔

امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے دنیا سے کوچ کر جانے سے قبل ہی افغانستان آئے ہوئے مغربی جارحیت پسند اپنے برے حالات کا شکار ہو کر فرار کی حالت میں ہونے لگے۔ 2011ء کے اواخر میں امریکی صدر اوباما نے اعلان کیا کہ وہ امریکی فوج کی اکثر تعداد افغانستان سے واپس نکال لیں گے۔ اس اعلان کے بعد امریکا کے بہت سے اتحادی ممالک نے اپنے اڈوں سے اپنے پرچم اتار لیے اور اپنی اکثر افواج کا افغانستان سے انخلا کر کے فرار کی راہ اختیار کرلی۔ یہاں تک کہ آخری دنوں میں صرف امریکا، جرمنی اور گنتی کے چند ممالک میدان جنگ میں رہ گئے۔ جہاد افغانستان کے 34 صوبوں اور ملک کے کونے کونے تک پھیل گیا۔ امارت اسلامیہ نے نئے حالات کو دیکھتے ہوئے خود کو منظم کیا۔ رہبری شوری، کمیشنز، صوبائی انتظامیہ اور دیگر مختلف اداروں کی تشکیل کر کے امارت اسلامیہ ایک بار پھر ایک مکمل نظام کی صورت میں قائم ہوگئی۔ جب امریکا نے افغانستان پر جارحیت کی تو وہ طالبان کو دہشت گرد کہتے تھے اور ان کے ساتھ کسی قسم کے مذاکرات یا افہام و تفہیم کے روادار نہ تھے۔ مگر امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری ایام تک امارت اسلامیہ کو نہ صرف سیاسی وجاہت اور پہچان مل چکی تھی، بلکہ امریکا نے بھی صلح مصالحت کے لیے اپنے جرگے بھیجنے شروع کر دیے تھے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ امریکا کا افغانستان سے انخلا امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی حیات ہی میں نہ ہو سکا، مگر امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے ان کی شکست اور ذلت دیکھ لی۔ کیوں کہ ان کے حیات ہی میں امریکی اس بات پر تیار ہوگئے تھے کہ فرار کی راہ اختیار کرلیں، اس لیے انہوں نے بات چیت اور سیاسی تفاہم کے لیے درخواست گزاری کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

نئے جہادی مرحلے میں امارت اسلامیہ کی انتظامیہ تشکیل:

پہلے بتایا جاچکا کہ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے فرامین اور ہدایات کے مطابق جہاد کے آغاز سے امارت اسلامیہ کی نئی تشکیل کا کام شروع ہو گیا اور مسلسل پھیلنے لگا۔ امریکا کے خلاف جہاد کے مرحلے میں امارت اسلامیہ کی انتظامی تشکیل کو دیکھا جائے تو اس کی موجودہ حالت درجہ ذیل بنتی ہے۔

امیر المؤمنین

نائب اول، نائب دوم، نائب سوم

مرکزی رہبری شوری

1. اعلی عدلیہ کا ادارہ
2. دار الافتاء، فقہی مجالس و تخصصات کمیشن
3. کمیشن برائے عسکری امور
4. سیاسی دفتر
5. انٹیلی جنس کمیشن
6. تعلیم وتربیت وہائی ایجوکیشن کمیشن
7. کمیشن برائے مالی واقتصادی امور
8. دعوت وارشاد، جلب وجذب کمیشن
9. کمیشن برائے امور صحت
10. کمیشن برائے میڈیا و ثقافتی وطباعتی امور
11. زراعت، حیوانات، عشر وزکوۃ کمیشن
12. قیدیوں کے امور کی تنظیم ورہائی کمیشن
13. رفاہی اداروں اور کمپنیوں کا کنٹرولر کمیشن
14. کمیشن برائے سرحدی امور
15. کمیشن برائے معدنیات وصنائع
16. عوامی نقصانات کی روک تھام وسمع شکایات کمیشن
17. بے سہارا، یتیموں اور معذوروں کے امور کا کمیشن
18. عسکری ٹیکنکل وانجینئرنگ ادارہ
19. مرکزی ادارہ مالیات
20. دینی اشاعت کی نگرانی کا ادارہ
21. فدائی حملوں اور معسکرات کا ادارہ

سیاسی امور کی قیادت اور قطر دفتر:

امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے حکم پر سیاسی کمیشن کا آغاز امریکا کے خلاف جہاد کے آغاز کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ جن کے سربراہان کا تعین اور اس میں تبدیلی ہوتی رہی۔ آخری دنوں میں امیر المومنین رحمہ اللہ نے اپنے دفتر کے سابق کارکن سید طیب آغا کو سیاسی کمیشن کے سربراہ کے طور پر مقرر کیا۔ جو امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی وفات تک اسی منصب پر فائز رہے۔

سیاسی کمیشن جو امارت اسلامیہ کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کرنے والا اہم ترین ادارہ تھا، امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے انہیں جو اختیارات سونپے تھے اور مخصوص ذمہ داریاں انہیں حوالہ کی تھیں وہ حسب ذیل ہیں۔

1: امریکا اور دیگر بیرونی ممالک، سیاسی جماعتوں اور شخصیات سے ملاقاتیں اور مثبت روابط کا فروغ۔

2: بیرونی ممالک خصوصا امریکا کے ہاتھ میں قید افغانوں کی رہائی کے لیے مذاکرات، تبادلے یا کسی اور طریقے سے قیدیوں کی رہائی کی کوششیں۔

3: اقوام متحدہ اور اس کے متعلقہ اداروں سے رابطہ اور افہام و تفہیم۔

4: افغانستان کی غیر سرکاری شخصیات اور سیاسی جماعتوں سے رابطے اور ملاقاتیں۔

5: بیرونی رفاہی اداروں سے ملاقاتیں اور مذاکرات۔

6: افغانستان کے حوالے سے منعقدہ عالمی کانفرنسوں میں شرکت اور امارت اسلامیہ کا موقف عالمی دنیا تک پہنچانا۔

سیاسی کمیشن کو امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے خارجہ پالیسی کی تشکیل اور مثبت تعلقات کے فروغ کے حوالے سے وسیع اختیارات دے رکھے تھے۔ ان کے نمائندے کے مطابق یہ وہ واحد کمیشن تھا جس کے معاملات امیر المؤمنین رحمہ اللہ خود دیکھتے اور براہ راست ہدایات کے ذریعے رہنمائی کرتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مرکزی رہبری شوری کو بھی ہدایت کی تھی کہ سیاسی کمیشن کو جو بھی ہدایت کی جائے پہلے اسے مجھ سے شریک کیا جائے اور اس پر میری رائے لی جائے۔ نمائندے کے بقول انہیں طیب آغا پر بہت اعتماد تھا اور ان کے اقدامات پر مطمئن تھے۔ اسی لیے ان سے اپنے نمائندے کے ذریعے براہ راست رابطہ قائم رکھتے اور کام کی توسیع اور تازہ ترین صورت حال کے حوالے سے رپورٹ طلب کرتے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین رحمہ اللہ ہمیشہ سیاسی مسائل میں شوری کے فیصلوں اور رائے پر بھی عمل کرتے اور انہیں اپنی ہدایات میں شامل رکھتے۔

سیاسی کمیشن کے ذریعے امیر المؤمنین رحمہ اللہ کا ایک اہم اقدام امریکا سے مذاکرات کا آغاز اور بیرون ملک سیاسی دفتر کھولنا تھا۔ دفتر کے آغاز کے متعلق سید طیب آغا کا کہنا ہے کہ 2009ء میں جرمنی سے سیاسی دفتر کے حوالے سے ملاقاتوں کا آغاز ہوا۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ امارت اسلامیہ پہلے کابل انتظامیہ سے مذاکرات کرے۔ اس حوالے سے ہماری ان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ بالآخر ہمارا ان سے کابل انتظامیہ کی بجائے امریکا سے مذاکرات پر اتفاق رائے ہو گیا۔ یہ اتفاق رائے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی منظوری ہی سے ہوا تھا اور اس کے لیے قطر کا انتخاب ہوا۔ بالآخر امریکا سے ہماری پہلی ملاقات 2010ء میں ہوئی۔ اس وقت ہم نے مذاکرات کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا تھا۔

پہلا مرحلہ اعتماد سازی کا تھا۔ کیوں کہ اعتماد نہ ہونا بہت دوریوں کا باعث تھا۔ اعتماد سازی کے مرحلے میں تین چیزیں شامل تھیں۔

۱۔ گوانتاناموکے قیدیوں کا تبادلہ، جو بعد میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔

۲۔ بلیک لسٹ، ہمارا مطالبہ تھا کہ بلیک لسٹ کا مکمل خاتمہ کیا جائے جبکہ مقابل فریق کا کہنا تھا کہ یہ تدریجا کیا جائے گا۔ مذاکرات میں تسلسل آتا تو یہ بھی ہو جاتا۔

۳۔ سیاسی دفتر کا آغاز۔

مذاکرات کا دوسرا مرحلہ وہ تھا جس میں بیرونی افواج کے انخلا سمیت دیگر اہم موضوعات شامل تھے۔

امیر المؤمنین کے نمائندہ خاص ملا عزیز اللہ اخند کا کہنا ہے کہ سیاسی دفتر کے آغاز اور اس کے لیے جگہ کے انتخاب کے لیے امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے تین شرائط پیش کی تھیں۔

الف: سیاسی دفتر ایسے ملک میں کھولا جائے جو ہمارا پڑوسی نہ ہو۔

ب: ایسا اسلامی ملک ہو جس کی فوج افغان جنگ شامل نہیں۔ (امریکا کے اتحادی افواج میں شامل نہ ہو)

ج: ایسا ملک ہو جس نے خود بھی کبھی امارت اسلامیہ سے دشمنی والا رویہ اور سلوک روا نہ رکھا ہو۔

انہیں شرائط کے تناظر میں امارت اسلامیہ کا سیاسی دفتر کھولا گیا۔ قطر میں طالبان کا ظہور اس لیے اہمیت کا حامل تھا کہ امریکی جارحیت کے بعد ایک عشرے تک امارت اسلامیہ اپنی سیاسی سرگرمیاں خفیہ طور پر سرانجام دیتی رہی تھی۔ مگر قطر میں دفتر کے افتتاح کے بعد ایک بار پھر انہیں موقع ملا کہ ایک ہم پلہ سیاسی فریق کی حیثیت سے اپنی موجودگی ثابت کرے۔ اس طرح عالمی کانفرنسوں میں سیاسی دفتر کے نمائندوں کی شرکت، وہاں امارت اسلامیہ کے موقف کی وضاحت اور مختلف حکومتوں اور جماعتوں سے مثبت افہام تفہیم کے لیے ملاقاتیں شروع ہو گئیں۔

قطر دفتر کے فعال کردار نے امارت اسلامیہ کے حوالے سے وہ تصور دنیا کے بہت سے ممالک اور عوام کے ذہنوں سے صاف کر دیا جو امریکی پروپیگنڈے کے باعث بنا تھا۔ وہ یہ کہ امارت اسلامیہ ایک باغی اور بقول ان کے دہشت گرد گروہ ہے۔ طالبان کے سیاسی ظہور نے یہ ثابت کر دیا کہ امارت اسلامیہ افغان عوام کی خود مختاری اور استقلال کی حقیقی جنگ لڑ رہی ہے۔ جن کے پاس ایک بہ جا اور مدلل موقف اور پالیسی ہے۔ سیاسی دفتر کا ایک اور کارنامہ گوانتاناموکی جیل سے امارت اسلامیہ کے پانچ مجاہدین رہنماؤں حاجی ملا محمد فاضل مظلوم، ملا نور اللہ نوری، ملا خیر اللہ خیر خواہ، ملا عبد الحق وثیق اور مولوی محمد نبی عمری کی رہائی تھی، جو ایک امریکی فوجی باو بریگڈال کی رہائی کے بدلے میں ہوئی۔

روپوشی کی زندگی میں امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی روزمرہ معروفیات:

ملا عبد الجبار عمری جو امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی 13 سالہ روپوشی کی زندگی میں اکثر وقت ان کے ساتھ رہے اور ان کی خدمت کی۔ ان کا کہنا ہے امیر المؤمنین رحمہ اللہ فجر کی نماز کی

ادائیگی کے بعد اپنے پرانے معمول کے مطابق سری (آہستہ) اذکار اور وظائف پڑھتے۔ اس کے بعد صبح کا ناشتہ کرتے۔ صبح کے ناشتے میں چینی والی سبز چائے کے ساتھ روٹی کھاتے۔ مگر کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ چائے تو صرف صبح اور سہ پہر کو پیتے تھے۔

صبح سے دوپہر تک اکثر وقت ان کی مصروفیت قرآن کریم کی تلاوت، ذکر و فکر، مطالعہ کے لیے تفسیر جلالین، معارف القرآن اور تفسیر کابلی سمیت متعدد تفاسیر، بخاری شریف اور مشکوٰۃ المصابیح سمیت احادیث کی کتابیں اور ہدایہ سمیت فقہ کی کچھ کتابیں انہیں میسر تھیں۔ اس کے علاوہ بھی مختلف کتابیں ان کے پاس ہوتی تھیں، جیسے حیات الصحابۃ و دیگر۔ مگر ان کا زیادہ تر وقت قرآن کریم کی تلاوت اور تفاسیر کے مطالعے میں گذرتا تھا۔ دن میں ایک وقت ریڈیو بھی سنتے اور دنیا بھر اور افغانستان کے حالات سے ہمیشہ خود کو باخبر رکھتے۔

عبدالجبار عمری کہتے ہیں: اس طویل عرصے میں مجھے معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ کھانا، بولنا اور سونا ان کا بہت کم ہوتا تھا۔ کبھی امتیازی کھانے کا مطالبہ اور توقع نہیں کیا۔ جو کچھ افغانستان کے عام غریب گھروں میں پکتا تھا وہی کھاتے۔ کھانا اتنا کم کھاتے تھے کہ مجھے کبھی یاد نہیں پڑتا کہ کبھی انہوں نے آدھی روٹی سے زیادہ کھایا ہو۔ بات چیت بھی بہت کم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رسمی اجلاسوں میں بھی ان کی گفتگو بہت مختصر ہوتی تھی۔ صرف اہم اور کام کی بات کر کے خاموش ہو جاتے۔ اجلاسوں میں اکثر وقت خاموش رہ کر دوسروں کی بات سنتے۔ ہر بات پہلے خوب سن کر سمجھتے اس کے بعد اس پر رائے دیتے۔

امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی نیند بہت ہلکی ہوتی تھی۔ ان کے جاگنے اور سونے میں فرق کرنا مشکل ہوتا تھا۔ جتنی بھی گہری نیند سے انہیں جگایا جاتا وہ ایسے جواب دیتے جیسے سوئے ہی نہیں تھے، شروع سے ہی بہت کم سوتے تھے۔

قندہار سے نکلتے ہوئے امیر المؤمنین رحمہ اللہ اپنے ساتھ صرف دو جوڑے کپڑے لے کر نکلے تھے۔ ایک پہنا ہوا تھا اور دوسرا ایک اضافی جوڑا۔ ان کے پاس کچھ رقم بھی تھی جن سے وہ اپنا صدقۃ الفطر اور کچھ دیگر ذاتی مصارف ادا کرتے تھے۔ قندہار سے نکلتے ہوئے ان کے ساتھیوں نے ان کے بیگ میں کچھ رقم ان کی لاعلمی میں رکھی تھی۔ روپوشی کے ایام میں ان کے اور ان کے ساتھیوں کے بعض بڑے مصارف اسی رقم سے پورے کیے جاتے۔

امیر المؤمنین رحمہ اللہ روپوشی کے ایام میں بھی ماضی کی طرح طویل کپڑے پہنتے، اور پاج (ایک مخصوص باریک کپڑا جس کی پگڑی افغانستان اور دیگر پشتون علاقوں میں پہنی جاتی ہے) کی بڑی پگڑی پہنتے تھے۔ کپڑے اکثر ان کے خاندان کی طرف سے سلے ہوئے آتے۔

خاندان کی سرپرستی:

پہلے ذکر ہو چکا کہ امریکی جارحیت کی پہلی رات امیر المؤمنین رحمہ اللہ اپنے خاندان سے الگ ہو گئے اور پھر وفات تک اپنے اہل و عیال سے نہ مل سکے۔ اس دورانیے میں امیر المؤمنین کے خاندان کی کفالت ملا عبدالمنان عمری کرتے رہے۔ ملا عبدالمنان آخند امیر المؤمنین کے ماں شریک بھائیوں میں سے زندہ بچ جانے والے ایک بھائی تھے۔ ان کے دو ماں شریک بھائی امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں شہید ہو گئے۔ ملا عبدالمنان آخند امارت اسلامیہ کی تحریک کے آغاز سے ہی ان کی گھریلو ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ امارت کے آغاز کے ساتھ امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی مصروفیات اور بڑھ گئیں۔ ابتدائی سالوں میں ایک ہفتے بعد ایک دن انہیں گھر جانے کے لیے وقت ملتا۔ ان کا زیادہ وقت امارت کے کاموں میں ہی گذرتا اس لیے گھر کی ذمہ داریاں انہوں نے ملا عبدالمنان کے حوالے کی تھیں۔ امریک جارحیت کے بعد جب امیر المؤمنین رحمہ اللہ اپنے خاندان سے الگ ہو گئے تو ملا عبدالمنان کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔ مگر انہوں نے اس مرحلے پر بھی تمام خطرات اور مشکلات کے باوجود پوری ہمت اور اخلاص سے امیر المؤمنین کے خاندان کی کفالت کی۔ امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے صاحب زادوں نے تعلیم مکمل کی اور اس مشکل مرحلے سے کامیابی سے نکل گئے۔

ملا عبدالمنان آخند کہتے ہیں اس دورانیے میں امیر المؤمنین نے صرف ایک مرتبہ وہ بھی ان کے قندہار چھوڑنے کے تقریباً دو ماہ بعد سیٹلائٹ فون پر مجھ سے اور اپنے بڑے بیٹے مولوی یعقوب صاحب سے بات کی تھی، اور اپنے خاندان کا حال احوال کیا تھا۔ اس کے بعد پھر کبھی ان کی اپنے خاندان سے ٹیلیفونک گفتگو نہیں ہوئی، نہ کبھی اپنے خاندان سے ملے۔ البتہ قاصدوں کے واسطے سے ہمیشہ اپنی ہدایات اپنے خاندان تک پہنچاتے اور ان کے حالات سے خود کو باخبر رکھتے۔

امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولوی محمد یعقوب صاحب کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ وقتاً فوقتاً ہمارے خاندانی مسائل کے حوالے سے ہمیں ہدایات بھیجتے، ہم خاندان کے بڑے اور اہم معاملات کے ساتھ ساتھ چھوٹے واقعات اور عام سے معاملات میں بھی ان سے مشاورت طلب کرتے اور ان کی ہدایات لیتے۔

زابل میں رہائش کے دوران ان کی دوسری جائے رہائش پہلے جگہوں کی بنسبت وسیع اور اس قابل تھی کہ ان کے ساتھ ان کا خاندان اور بچے رہائش پذیر ہو سکیں۔ ملا عبدالجبار عمری کہتے ہیں کہ ہم نے کئی بار امیر المؤمنین رحمہ اللہ کو پیش کش کی کہ ہم ان کے اہل و عیال اور بچوں کو لے کر یہاں آجائیں گے۔ مگر ان کا جواب یہ تھا کہ پہلے تو سیکیورٹی حالات مناسب نہیں ہیں۔ پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لیے گوشہ نشینی اور تنہائی بہت محبوب کر دی ہے۔ اس تنہائی میں عبادت کا جو مزہ اور روحانی کیفیات دیکھی ہیں وہ میں ختم نہیں کرنا چاہتا۔

کچھ عجیب خصوصیات:

عبدالجبار عمری کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ زندگی کے اس تیرہ سالہ دور میں، میں نے ان میں کچھ ایسی خصوصیات دیکھیں اگر بیان کروں تو شاید بہت سے لوگ یقین نہ کریں۔ ان میں سے ایک ان کی مراقبے اور تفکر کی کیفیت تھی۔ وہ دن رات ہر وقت مراقبے اور گہری فکر میں ہوتے اور ذکر میں مشغول رہتے۔

امیر المؤمنین کا مزاج تھا کہ وہ کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے۔ ایک دن جب مغرب کی اذان ہو رہی تھی، میں ان کے کمرے میں آیا۔ وہ مراقبے کی حالت میں تھے۔ میرا خیال تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں جگانے کے لیے آواز دی کیوں کہ نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ انہوں نے سر اٹھایا تو مجھے خوب ڈانٹا۔ بعد میں اپنی اس ڈانٹ پر معذرت کرتے ہوئے کہا "خدا

کرے آپ میری ڈانٹ سے ناراض نہ ہوئے ہوں، میں سو نہیں رہا تھا، مگر اس ذکر و فکر کے وقت کبھی کبھی مجھ پر ایسی حالت آجاتی ہے جس میں اتنی لذت ہوتی ہے کہ وہ لذت مجھے دنیا کی کسی نعمت میں نہیں ملتی۔ میں اس وقت ایسی ہی کیفیت میں تھا جب آپ نے آواز دی۔''

عبدالجبار عمری کا کہنا ہے کہ عالمی میڈیا یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ ایک درشت مزاج اور انتہا پسند شخص تھے۔ مگر ان کی طویل رفاقت میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک معتدل مزاج کے مالک تھے۔ ان کا ہر کام اعتدال سے ہوتا تھا۔ عام زندگی سے لے کر عبادات تک ان کی زندگی کا ایک بہترین وصف جس سے میں متاثر ہوا وہ ان کا صبر تھا۔

تیرہ سالہ تنہائی میں بھی کبھی میں نے انہیں بے صبری کا مظاہرہ کرتے نہیں دیکھا۔ کبھی انہوں نے کسی چیز کی شکایت نہیں کی۔ اپنی والدہ (امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ اب بھی حیات ہیں) اور اپنے بچوں کو یاد کرتے۔ مگر اپنی تنہائی کے حوالے سے کسی افسوس کا اظہار کبھی نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بیماری پر انہیں اس قدر کنٹرول تھا کہ اکثر وقت بیمار اور تکلیف میں ہوتے مگر ان کی حالت دیکھ کر پتہ نہیں چلتا تھا کہ بیمار ہیں۔ نہ کسی قسم کی شکایت کرتے۔ بیماریاں برداشت کرتے اور شدید صبر کا مظاہرہ کرتے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا وہ زیادہ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اس لیے ہمیشہ نامناسب گفتگو اور غیبت کی بجائے نصیحت کرتے۔ نصیحت کرتے ہوئے ان کی آواز اونچی ہو جاتی۔ ''خدا سے ڈرو'' ان کی نصیحت میں اس جملے کا تکرار زیادہ ہوتا۔ امیر المؤمنین آسائش اور راحتوں کا مزاج نہیں رکھتے تھے۔ انہیں سادہ زندگی پسند تھی۔ کسی سے خدمت یا خاص امتیازی توجہ کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ مزاج میں رحم دلی بہت زیادہ تھی۔ اکثر مجاہدین کو نصیحت کرتے کہ کارروائیوں میں احتیاط سے کام لیا کرو، تاکہ بے گناہ لوگ نشانہ نہ بنیں۔ عام لوگوں کی شہادت کی خبریں سن کر بہت افسردہ ہوتے۔

جس علاقے میں امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی رہائش تھی وہاں ایک بار برف باری ہوئی۔ برف باری میں کچھ پرندے ٹھٹھر کر برف کے نیچے دب گئے تھے اور اڑ نہیں سکتے تھے۔ ایسے پرندوں کو بچے پکڑ کر اٹھا لیتے۔ اسی گھر کا ایک بچہ ایسا ہی ایک پرندہ اٹھا کر ان کے پاس لایا۔ امیر المؤمنین نے پہلے تو بچے کو بہلا کر پرندہ ان کے حوالے کرنے پر راضی کیا۔ پھر پرندہ ان سے لے کر آتش دان کے پاس رکھ دیا تاکہ گرم ہو کر حرکت کے قابل ہو جائے۔ جب اس کے پر کھل گئے تو خود ہی اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر باہر آئے اور پرندے کو ہوا میں اڑا دیا۔

اس دورانیے میں امیر المؤمنین کی صحت کی حالت:

عبدالجبار عمری کہتے ہیں کہ روپوشی کے ایام کے اواخر میں امیر المؤمنین رحمہ اللہ کا جسم تدریجاً کمزور ہونے لگا اور وزن کم ہونے لگا۔ چہرہ زرد اور سینے کی تکلیف کی شکایت بڑھنے لگی۔ یہ سب علامات ٹی بی کی بیماری کی تھیں۔ مگر ہم بروقت اس کا ادراک نہیں کر پائے کہ اس کا علاج کرواتے۔ اس کے علاوہ عموماً صحت درست رہتی۔ کبھی کبھی موسمی بیماریاں جیسے زکام وغیرہ لاحق ہو جاتیں مگر وہ دوائی کے بغیر ٹھیک ہو جاتیں۔ ان کی عادت یہ بن گئی تھی کہ بیماری میں صبر اور مزاحمت سے کام لیتے۔ بیماری کی بالکل شکایت نہ کرتے۔ اگر کبھی ساتھی سمجھ جاتے اور دوائی کا کہتے تو بھی ٹال دیتے اور کہتے کہ یہ عام سی بیماری ہے خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔ کبھی کبھی دانتوں میں تکلیف ہو جاتی۔ اگرچہ جسمانی لحاظ سے کبھی کبھی بیماری اور تکلیف پیش آتی مگر اعصابی اعتبار سے بالکل مضبوط اور صحت مند تھے۔ مصائب اور تنہائی کا بلند عزم سے مقابلہ کرتے۔ ایسی کوئی علامت دیکھنے میں نہیں آئی جو ان کی اعصابی بیماری پر دلالت کرتی ہو۔

مرضِ وفات:

امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے میزبان حکایت کرتے ہیں کہ وفات سے تین دن قبل ایک رات کو میں کھانا لے کر ان کے کمرے میں گیا۔ کھانا رکھ کر میں واپس آگیا۔ تھوڑی دیر بعد جب دوبارہ گیا تو آپ دیوار سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے آواز دی مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں پہلو پر لٹا دیا۔ اس مسئلے کے حل اور ان کے علاج کے لیے میں نے اپنے گاؤں کے ایک ہمراز پڑوسی کو صورت حال سے آگاہ کیا اور امیر المؤمنین کی بیماری کی شدت کا بتایا۔ ان کے ساتھ مشورہ اس بات پر طے ہوا کہ اس موجودہ گھر سے انہیں قریبی دوسرے گھر منتقل کیا جائے۔ 23 اپریل 2013ء کا دن تھا، موسلا دھار بارش برس رہی تھی، پوری رات افغانستان کے جنوبی صوبوں میں شدید بارش اور ژالہ باری ہوتی رہی۔ اسی رات کو قندھار ایئرپورٹ پر بڑی بڑی ژالہ باری کے باعث ناٹو اور امریکی فوج کے تقریباً 50 ہیلی کاپٹر بھی سطحی طور پر متاثر ہو کر قابل پرواز نہیں رہے تھے۔ جن کی خبریں میڈیا پر بھی آئی تھیں۔ امیر المؤمنین رحمہ اللہ اپنے دیگر تین ساتھیوں کے ساتھ اسی رات اپنی جائے رہائش سے ایک اور مکان منتقل ہو گئے۔

اگلے دن صبح ثور کی تیسری تاریخ تھی۔ امیر المؤمنین رحمہ اللہ صبح کچھ ٹھیک تھے۔ چائے بھی پی لی، اور کچھ گفتگو بھی کی۔ مگر کچھ دیر بعد پھر ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ میزبان خاندان کے افراد اور جمع ہونے والے دیگر لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ان کی حالت سے امارت اسلامیہ کی قیادت کو آگاہ کیا جانا چاہیے۔ اسی روز قائدین کو آگاہ کرنے کے لیے نمائندے بھیجے گئے۔ امیر المؤمنین رحمہ اللہ پر اسی روز اور اگلے روز بھی کبھی بے ہوشی آتی اور کبھی پھر افاقہ ہو جاتا۔ اس کے ساتھ ان کے سینے کی تکلیف بھی بڑھنے لگی۔

اس کے اگلے روز ایک ڈاکٹر ان کے پاس لایا گیا۔ اس نے چیک اپ کر کے بتایا کہ ان کی حالت نازک ہے۔ انہیں ہسپتال منتقل نہیں کیا گیا تو ان کی زندگی خطرے سے دوچار ہو سکتی ہے۔ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ عصر کو انہیں ایک عام مریض شہری کی حیثیت سے خفیہ طور پر کلات یا اور کسی ہسپتال منتقل کر کے داخل کر دیا جائے گا۔ مگر سہ پہر کے آخری لمحات میں انہوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ اور اس فانی زندگی سے ہمیشہ کے لیے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی رات تین بجے میزبان خاندان اور ان کے ساتھیوں نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور پھر خفیہ طور پر ان کی تدفین کر دی گئی۔

امارت اسلامیہ کے ذمہ داران اور خاندان کو اطلاع کیسے ہوئی؟

امیر المؤمنین کے قاصد ملا عزیز اللہ اخند کہتے ہیں کہ ان کی وفات سے چار روز قبل میں ان

سے ملنے گیا اور ان سے ملاقات کی۔ ان سے رات ایک بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ ان کے چہرے اور حالت سے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہیں۔ جب رسمی اجلاس ختم ہوا تو میں نے صحت کے حوالے سے دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہیں۔ میں نے کہا بخار رہتا ہے یا کوئی مسئلہ ہے۔ کہا پورے جسم میں درد رہتا ہے۔ پہلے وہ دوا طلب نہیں کرتے تھے۔ اس بار جب میں نے کہا کہ میں دوا لے کر آتا ہوں آپ کے لیے، تو انہوں نے مان لیا۔

اگلی رات کو ان کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ میزبانوں نے کچھ دوائی وغیرہ دی تھی مگر افاقہ نہیں ہوا۔ پھر انہوں نے اپنا ساتھی میرے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ ان کی تکلیف بڑھ گئی ہے حتی کہ بات بھی نہیں کر سکتے۔ میں یہاں ایک ڈاکٹر سے ملا اور بیماری کی علامات بتائیں۔ ڈاکٹر نے کہا یہ سب ٹی بی کی علامات ہیں۔ پھر اسی ڈاکٹر نے ضروری دوائیں دیں۔ میں نے دوائیں اسی ساتھی کو دیں جو پیغام لایا تھا، کہ یہ دوائیں فوراً پہنچا دو اور اگر ممکن ہو تو ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔ تاکہ بیماری کی صحیح تشخیص ہو کر علاج ہو سکے۔

اسی روز میں نے ملا عبدالسلام اخند کو اس بارے میں بتایا۔ پھر ہم مل کر امارت اسلامیہ کے اس وقت نائب ملا اختر محمد منصور سے ملے اور سارا حال بتایا۔ ہم نے مل کر فیصلہ کیا کہ امیر المؤمنین کے خاندان کے افراد خصوصاً ان کے چچا مولوی محمد جمعہ اور بھائی ملا عبدالمنان عمری کو صورت حال سے آگاہ کریں۔ تاکہ سب مل کر علاج کے لیے کوئی فیصلہ کریں۔

ان کے بھائی ملا عبدالمنان عمری کہتے ہیں اسی رات جب ملا عزیز اللہ اخند اختر منصور صاحب سے ملے تھے، مجھے بھی پیغام بھیجا۔ پھر میں اور میرے چچا مولوی جمعہ مولوی عبدالغفار کے گھر میں آپس میں ملے۔ مولوی عبدالغفار ملا عمر کے چچازاد بھائی ہیں۔ میرے چچا نے مجھے امیر المؤمنین کی شدید بیماری کا بتایا۔ مشورہ اس پر ہوا کہ اگلی صبح ہم ادویات اور طبی ضرورت کا دیگر سامان ساتھ لے کر اسی علاقے جائیں گے تاکہ علاج یا وہاں سے منتقلی کی کوئی ترتیب بن سکے۔ اگلی صبح نمائندے سویرے ہی چل پڑے۔ ہم ایک بار پھر منصور صاحب سے ملے۔ اس کے بعد ہم بھی نکل پڑے۔ نمائندے ملا عزیز اللہ اخند ہم سے پہلے نکلے تھے۔ راستے میں انہیں امیر المؤمنین کے سابقہ میزبان حاجی عبدالاحد مل گئے تھے۔ حاجی عبدالاحد نے انہیں بتایا کہ امیر المؤمنین وفات پا چکے ہیں۔ یہ سن کر نمائندے واپس ہماری طرف پلٹے۔

اسی روز ہم یعنی ملا عبدالمنان عمری، ملا عبدالسلام اخند، عبدالرحمن صاحب جو امیر المومنین کی رہائشی علاقے کی جانب محو سفر تھے، آدھی راہ میں ملا عزیز اللہ اخند اور حاجی عبدالاحد سے ملے۔ انہوں نے امیر المؤمنین کے وفات کی اطلاع دی جو ہمارے لیے انتہائی دردناک خبر تھی۔ کیوں کہ دیگر ارمانوں کے ساتھ ساتھ ہمارے خاندان کی ایک آرزو یہ تھی کہ ایک دن سب مل کر ایک بار پھر ایک محفل میں جمع ہوں اور ہم مل کر بیٹھ سکیں۔ یہیں پر مشورہ طے پایا کہ امیر المؤمنین کے بڑے صاحب زادے مولوی یعقوب صاحب کو بھی بلا لیا جائے۔

مولوی یعقوب صاحب کہتے ہیں جمعرات کی رات تھی کہ رات گئے میرے چچا ملا عبدالمنان نے مجھے فون کر کے کہا ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں کل صبح پہنچ جانا۔ صبح سویرے فجر پڑھ کر میں نکلا اور تین گھنٹے سفر کے بعد پہنچا۔ وہاں یہ لوگ گاڑی میں پہنچے۔ یہ پانچ افراد تھے ملا عبدالستان، ملا عبدالسلام، ملا عزیز اللہ، مولوی عبدالرحمن اور حاجی عبدالاحد۔ میں بھی ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا۔ ملا عبدالسلام نے کہا امیر المؤمنین کچھ بیمار ہیں، اس لیے ہم نے آپ کو بلایا ہے تاکہ علاج کے لیے کوئی طریقہ کار ترتیب دیں۔ بعد میں باتوں باتوں میں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے، اور وفات کی جانب اشارہ کیا۔ یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ اس لیے بہت دکھی ہوا۔ مگر یہ لوگ مسلسل دلاسہ دیتے رہے کہ یہ اللہ تعالی کا فیصلہ تھا تم صبر سے کام لو۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ایک ویران دشت میں ہم گاڑی سے اترے اور یہیں پر ایک مشاورتی مجلس ہوئی۔

فیصلہ اس بات پر ہوا کہ میں اور ملا عبدالمنان اخند زابل ضلع سیوری جائیں گے تاکہ وہاں امیر المؤمنین کا جسد مبارک خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور وفات کی پوری تفصیل وثوق سے معلوم ہو جائے۔ ہم اسی روز سیوری کی جانب نکلے اور سورج کے ڈوبنے سے پہلے پہنچ گئے۔ پہلے امیر المؤمنین کی جائے رہائش پر گئے جہاں انہوں نے زندگی کے آخری سال گذارے تھے۔ اس دن امریکی طیاروں کا گشت بہت زیادہ تھا۔ خطرہ تھا کہ امریکی گاؤں پر چھاپہ نہ ماریں اس لیے گھر والوں نے مشورہ دیا کہ اگلے روز صبح امیر المؤمنین کی قبر پر جائیں گے۔

اگلے روز ہم امیر المؤمنین کی قبر پر گئے۔ ان کا جسد مبارک اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کا جسد دیکھ کر مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوگئی کہ سارا غم ہلکا ہو گیا۔ ان کو دیکھنے کی آرزو بہت سالوں بعد پوری ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زندگی میں ہی مل رہا ہوں۔ دل کو ایک عجیب اطمینان اور سکون ملنے لگا۔ امیر المؤمنین رحمہ اللہ کا جسد دیکھنے کے بعد ہم واپس روانہ ہوئے۔ شام کو ملا عبدالسلام اور دیگر ساتھیوں سے ایک بار پھر مل گئے۔

یہاں ایک بار پھر مشورہ ہوا۔ ملا عبدالسلام کاتب کا کہنا تھا کہ اور تو میں کچھ نہیں کہتا یہ خبر چھپانی ہے یا ظاہر کرنی ہے، مگر میں ایک بات کہتا ہوں کہ امارت اسلامیہ ایک دینی فریضہ ہے، اسے شریعت کے مطابق چلاتے رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہاں مزید گفتگو نہیں ہوئی۔

کچھ دن گذرنے کے بعد ہم نے امارت اسلامیہ کے نائب (سیکریٹری جنرل) ملا اختر محمد منصور کو اطلاع دی۔ اسی طرح امارت اسلامیہ کے کچھ دیگر رہنماؤں جیسے شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخند زادہ صاحب، شیخ الحدیث مولوی عبدالسلام صاحب اور شیخ عبدالحکیم صاحب کو بھی اطلاع دی۔ اس کے بعد منصور صاحب نے کچھ دیگر رہنماؤں مولوی نور محمد ثاقب، ملا عبدالقیوم ذاکر صاحب، امیر خان حقانی صاحب اور کچھ دیگر رہنماؤں کو بھی بتایا۔ ان رہنماؤں نے مل کر ایک اجلاس منعقد کیا تھا۔ اسی اجلاس میں اختر محمد منصور صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ اور یہ فیصلہ ہوا تھا کہ امیر المؤمنین کی وفات کی خبر کو کچھ عرصہ خفیہ رکھا جائے۔ کیوں کہ اس وقت امریکا شکست کھا رہا تھا اور اپنے افواج کے انخلا کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس لیے وہ کہہ رہے تھے کہ اگر ایسے حساس وقت میں امیر المؤمنین کی وفات کا اعلان ہو جائے تو اس سے جہادی حالات پر برا اثر پڑے گا۔ امریکا کو جرات ملے گی اور اپنے افواج کے انخلا کا سلسلہ موقوف کر دے گا۔

مجھ سے اب بھی آکر کوئی عالم کہے کہ تم واجب العزل ہو، میں ابھی ابھی امارت سے استعفی دینے کو تیار ہوں۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کا طالبان تحریک کے آغاز کے موقع پر علماء سے تاریخی اور نایاب خطاب

30 مارچ 1996ء کو قندہار میں افغان علماء کے عمومی شوری کا ایک بڑا جلسہ ہوا جو چار دن تک جاری رہا، اسی جلسے میں علما کی جانب سے تحریک طالبان کے امیر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کو امیر المؤمنین کا خطاب دیا گیا۔ جلسے کے چوتھے روز امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ سٹیج پر تشریف لائے اور اپنے خطاب کا آغاز کیا، امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے علماء اور شرکاء سے جو خطاب کیا اس کا اردو ترجمہ قارئین شریعت کے لیے پیش خدمت ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ صدق اللہ العظیم،

میرے محترم علماء کرام اور شیوخ عظام اگرچہ میرے لیے یہ مناسب نہیں کہ آپ کے سامنے کچھ عرض کروں لیکن اس نیت سے کہ اس میں دین اسلام کا مفاد ہو۔

بات یہ ہے کہ طلبہ نے جو یہ تحریک شروع کر رکھی ہے انہوں نے ایک بڑی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھائی ہے۔ جب کسی صحافی، عوام وخواص علماء یا کسی دوسرے ملک کے نمائندے نے ان سے اپنی تحریک کے مشن اور ہدف کے بارے میں پوچھا ہے تو ان کا ایک ہی جواب ہے "کہ ہم اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں، اعلاء کلمۃ اللہ اور شرعی احکام اور حدود کا نفاذ ہمارا مشن اور ہدف ہے۔ تحریک کے آغاز سے اب تک یہی ایک جواب ہے ان کا۔ طالبان نے تو بیش بہا قربانیاں دی ہیں اور اب بھی دے رہے ہیں۔ اس لیے میرے مخاطب صرف علماء ہیں، وہ علماء جو یہاں موجود ہیں اور وہ جو یہاں نہیں ہیں سب کے لیے میرا پیغام ہے۔ یہاں جن علاقوں کے علماء موجود ہیں وہ میرا پیغام اپنے متعلقہ علاقوں کے دوسرے علماء کو امانت کے طور پر پہنچادیں۔

میں نے علماء میں کچھ غفلت کا مشاہدہ کیا ہے، ہم نے اللہ کی شریعت اور حدود کے نفاذ کا جو بلند دعوی کیا ہے ان کا نفاذ کون کرے گا؟ طلبہ میدان کارزار میں داد شجاعت دے رہے ہیں، ان کے ہاتھ میں اسلحہ ہے اور ان کا کام یہ ہے کہ اس زمین سے فساد کا خاتمہ ہو اور اس کو فساق وفجار سے نجات دے دیں۔ طلبہ کا شریعت کے نفاذ کا نعرہ صرف اس لیے ہے کہ ان کے پیچھے ملک کے علماء کھڑے ہیں۔ طلبہ شریعت کس طرح نافذ کریں گے قطبی، کندیا اور بدیع المیزان پڑھے ہوئے طلباء کو تو شریعت کا علم نہیں۔ وہ صرف دین اسلام کا بنیادی علم رکھتے ہیں۔ حلال وحرام اور محض اچھے اور برے کی تمیز کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر موجود بڑے مسائل کون حل کرے گا؟ بعض علماء نے اپنی ذمہ داری ادا کرلی ہے لیکن کچھ علماء اس آیت "لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا" کے مصداق خود کو بری الذمہ سمجھتے ہیں۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ اس آیت پر کما حقہ عمل کیا جائے۔ [یعنی جو حالات تھے اس وقت افغانستان کے تو میں بھی اس آیت کے مصداق بری الذمہ تھا کیوں کہ یہ کسی ایک فرد کے لیے بالکل ناممکن تھا]

میں ایک چھوٹے مدرسے میں زیر تعلیم تھا، ہم تقریبا پندرہ بیس کے قریب کل طلباء اس مدرسے میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ اس وقت ملک میں طوائف الملوکی، قتل وغارت، لوٹ مار اور آبروریزی کے واقعات عام تھے۔ زمین فساد سے بھر گئی تھی۔ کسی کو یہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ان برائیوں کا خاتمہ کس طرح کیا جائے۔ آپ نے وہ دور دیکھ لیا ہے، کسی کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ اصلاح کا راستہ کونسا ہے۔ اس لیے میرے لیے بھی قرآن کی یہ آیت کیا کافی نہیں تھی کہ "لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا"۔ کیوں کہ میں بالکل بے بس تھا میں کیا کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے یہاں توکل محض کا فیصلہ کیا، یاد رکھو توکل محض کبھی ناکام نہیں ہوتا اور یہ بہت مشکل ہے۔ میں بھی علماء سے توکل محض کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔

لوگ یہ سوال ضرور کریں گے کہ اس تحریک کی ابتداء کیسے ہوئی اس کے پیچھے کیا محرکات تھے، کون اسے سپورٹ کر رہا تھا، کس نے ان کی تربیت کی ذمہ داری اٹھانے کا وعدہ کیا تھا؟

اس تحریک کی ابتداء اسی چھوٹے مدرسے سے ہوئی جہاں میں زیر تعلیم تھا۔ میں نے یہاں پڑھائی معطل کر کے اپنے ایک دوست کے ساتھ اس تحریک کے آغاز کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے ہم مدرسے سے پیدل نکلے اور سنگ حصار سے زنگاوات پہنچے [دونوں قندہار کے قصبے ہیں]۔ زنگاوات میں تالکان سے تعلق رکھنے والے سرور نامی شخص نے سفر کے لیے موٹر سائیکل فراہم کی اور ہم تالکان پہنچے۔ بس یہی اس تحریک کی ابتداء تھی۔ پھر میں نے اپنے ساتھی مولوی صاحب سے کہا کہ چلو قندہار کے چھوٹے مدارس اور مساجد کے حجروں میں مقیم طلباء کو اس تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ صبح ہم نے ایک مدرسے سے آغاز کیا جہاں 14 طلباء زیر تعلیم تھے۔ ہم نے انہیں اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ اللہ کے دین کی پامالی سر عام ہو رہی ہے۔ ملک میں فسق فجور قتل وغارت کا دور دورہ ہے، عام شاہراہ پر لوگوں کو قتل کر کے لاش کو پتھروں پر رکھ لیا جاتا ہے کسی کو لاش اٹھانے کی اجازت تک نہیں دی جاتی۔ برائیاں سرعام ہو رہی ہیں جبکہ دین پر عمل چھپ کر کیا جارہا ہے۔ ان حالات میں پڑھائی نہیں ہوسکتی، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے پڑھائی چھوڑنا بہتر ہے۔ اگر واقعی آپ طلباء دین کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہو تو اٹھو اور عملی قدم اٹھاؤ، کیوں کہ یہ مسائل زندہ باد اور مردہ باد سے حل ہونے والے نہیں ہیں۔ ہم نے انہیں یہ بھی بتایا کہ ہم سے کسی نے مالی امداد یا ہتھیار فراہم کرنے کا وعدہ نہیں کیا ہے۔ ہم انہیں علاقوں میں دیندار عوام سے کھانا اور مالی مدد کا مطالبہ کریں گے وہ

دے دیں تو ٹھیک لیکن زبردستی کسی کے ساتھ نہیں کریں گے۔ اور ہاں اس کے بعد پڑھائی کا نہیں سوچنا کیوں کہ یہ کام ایک ہفتے، مہینے اور سال کا نہیں۔ کیا کوئی تیار ہے اب ہماری تحریک میں شامل ہونے کے لیے؟ میں ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے یہ بھی کہتا رہا کہ دیکھو ان مسلح جنگجوؤں کو جو باطل اور فاسق ہو کر بھی اس شدید گرمی میں اپنے مورچوں میں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن ہم اللہ کے دین کے لیے کیوں کچھ مشقت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے۔ ہم کیوں اللہ کے دین پر عمل اعلانیہ نہیں کر سکتے۔ اتنی غفلت اچھی نہیں ہے۔

جب میں نے انہیں یہ بتایا کہ اسلحہ نہیں، کھانے کا انتظام نہیں، کسی سے مالی امداد ملنے کی توقع نہیں تو اللہ کی قسم ان 14 طلباء میں کسی نے بھی ہمارے ساتھ جانے کی حامی نہیں بھری سب نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر صرف جمعے کو کوئی کام ہو تو میں حاضر ہوں میں نے کہا جمعے کے بعد کون کرے گا؟ اللہ شاہد ہے کہ واقعہ اسی طرح ہے اور بروز محشر اللہ کے حضور بھی یہی گواہی دوں گا۔

اگر میں اس مدرسے کو دوسرے مدارس پر قیاس کرتا تو میں واپس اپنے مدرسے آجاتا لیکن یہ توکل محض کا نتیجہ تھا کہ میں نے ہار نہیں مانی، میں نے اللہ کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس پر وفا کی اور اللہ نے مجھے سرخرو کیا۔ خیر اس کے بعد ہم ایک اور حجرے [حجرہ۔ مسجد سے متصل کمرہ جہاں افغانستان میں طلباء کی رہائش ہوتی ہے اس کی حیثیت ایک چھوٹے سے مدرسے کی ہوتی ہے] کی طرف چل پڑے جہاں 5 یا 7 طلباء تھے، ان کو بھی ہم نے اسی طرح سخت شرائط بتائیں لیکن ان تمام 7 طلباء نے اپنے نام لکھوالیے۔ اب دیکھیں کہ دونوں مدارس تھے ایک علاقے ایک زبان اور الحمد للہ ایک امت تھے، ایسا نہیں تھا کہ اول الذکر بچے تھے اور آخر الذکر جوان، یا وہ جوان تھے اور یہ بوڑھے، یا وہ مرد تھے اور یہ خواتین۔ ایک جماعت کا مکمل طور پر انکار کرنا اور ایک کا مکمل طور پر ساتھ دینا یہ ابتداء ہی میں میرے لیے ایک امتحان تھا۔ یہی ابتداء تھی اس تحریک کی۔ مختصر یہ کہ عصر تک ہم اسی موٹر سائیکل پر طلباء کو دعوت دیتے رہے۔ اس طرح کل 53 افراد نے ہمارے پاس اپنے نام لکھوالیے۔ توکل محض کے نتیجے میں 53 افراد تیار ہوئے جن کو میں نے ہدایت کی کہ آپ سب کل سنگ حصار آجائیں، لیکن وہ رات کو تقریباً ایک بجے کے قریب ہی سنگ حصار پہنچ گئے۔ یہی تحریک کی ابتداء تھی۔ صبح ہی ہمارے ایک ساتھی مولوی صاحب امامت کے لیے فجر کی نماز پڑھانے گئے۔ نماز کے بعد ان کے مقتدی نے مولوی صاحب کو اپنا خواب سنایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ہمارے علاقے سنگ حصار میں فرشتے تشریف لائے ہیں۔ صبح 10 بجے حاجی بشیر نے ہمیں دو گاڑیاں دیں، جس میں ہم میوند کے علاقے کشت نخود گئے یہاں بہت سے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہوئے۔ اس کے بعد ہم نے کہیں سے 5 کہیں سے 3 کلاشنکوف لوگوں سے خریدے اور کہیں کوئی ساتھی مفت میں اسلحہ دینے پر آمادہ ہو جاتا۔ یہاں ہماری تعداد بھی بڑھتی گئی اور تحریک کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یہ توکل محض کا نتیجہ ہے جو بالکل ناکام نہیں ہوتا۔ اس لیے میری علماء سے گزارش ہے کہ وہ توکل محض اختیار کریں کیوں کہ ہم نے جو اس ملک میں شریعت کے نفاذ کا نعرہ لگایا ہے یہ علماء کے بغیر ناممکن کام ہے۔ کیوں کہ علماء کو ہی دین مبین کا اچھی طرح علم ہے اور وہی شرعی احکام کی گیرائی اور گہرائی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس لیے علماء مضبوط عزم کے ساتھ اب کمر باندھ کر میدان میں آئیں کیوں کہ ہمارے طلباء میں کم درجے کا علم رکھنے والے طلباء بھی ہیں، ان کی تربیت سمیت ہماری نئی نسل کی تربیت بھی علماء کی ذمہ داری ہے۔ اس تحریک میں علماء کو نہایت ہی اخلاص سے کام کرنا چاہیے۔ میں علماء سے صرف وہ عذر قبول کرنے کا پابند رہوں گا جو عذر اللہ کے نزدیک قابل قبول ہو۔ محض کہنے سے کوئی معذور نہیں کہلا سکتا۔ جو عذر عند اللہ قبول نہ ہو، میں اسے قبول کرنے کا پابند نہیں اس لیے ان علماء کو اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ تاکہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ کچھ لوگ شعبہ قضا میں کام کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے کیوں کہ اس میں نام نمود نہیں اور نہ مادی مفاد اس میں زیادہ ہے، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے مرضی کی خدمت کے شعبے میں چلا جائے جہاں ان کی من مانی ہو۔ میرے مخاطب یہاں آپ علماء ہیں، کیوں کہ یہ میری ذمہ داری ہے، ایک بار گراں میرے کندھوں پر ہے اور میں یہاں ہر شخص کو اس کی ذمہ داری سے آگاہ کرنے کا پابند ہوں کیوں کہ یہ کام علماء کے بغیر ممکن نہیں۔ ہماری جو ذمہ داری ہے وہ عسکری ذمہ داری ہے، ہم مسلح جدوجہد کر رہے ہیں اور یہی ہمارا کام ہے، جو مشن ہم لے کر چل رہے ہیں وہ شریعت کا نفاذ ہے اور شریعت کا نفاذ علماء کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ کی خاطر اس آیت پر جو میں نے تلاوت کی اس پر کماحقہ عمل کیا جائے اور توکل محض سے کام لیا جائے۔ ہمیں اپنی سی کوشش کرنی چاہیے اس میں اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی۔ اس لیے علماء سے میرا مطالبہ یہ ہے کہ اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے کمربستہ ہو کر مضبوط عزم اور اخلاص سے اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ جس ملک میں شرعی حدود نافذ ہوں تو وہاں کے حاکم بھی راہ راست پر ہوں گے، ملک میں فساد کا خاتمہ ہوگا۔ جو عالم اب بھی آکر میرا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ میں واجب العزل ہوں یا مجھ میں کوئی دوسری خامی دیکھے [شریعت کی روشنی میں] تو اسی وقت میں استعفیٰ دے دوں گا۔ یہ جو طلبہ ہیں انہوں نے اہل حق ہونے کا دعویٰ کیا ہے، ان میں اگر کوئی کوتاہی ہو تو علماء کی بات ضرور سنی جاتی ہے کیوں کہ یہ طالبان کا دور ہے فسق فجور اور طوائف الملوکی کا دور نہیں جب علماء کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ طالبان سے اگر کوئی عالم کسی کوتاہی کی نشاندہی کرے تو طالبان کو چاہیے کہ اس کوتاہی کو حتمی طور پر ختم کریں یا طالبان کے صف سے نکل جائیں۔ علماء کی ہر بات پر من وعن عمل کیا جائے گا، اس لیے علماء سے گزارش ہے کہ وہ عزم اور حوصلے کے ساتھ اس صف میں اپنی خدمات جاری رکھیں۔ روز محشر بھی میں ان علماء کا گریبان پکڑوں گا اگر انہوں نے اپنی ذمہ داریاں صحیح طرح سے ادا نہیں کیں۔ خرابی تب پیدا ہوگی جب علماء غفلت کا شکار ہو جائیں گے۔ حدود کا نفاذ علماء کی ذمہ داری ہے کیوں کہ طلبہ کے پاس احکام شرعی کا کماحقہ علم نہیں۔ علماء نئے جذبے اور نئی سوچ کے ساتھ اس تحریک کے لیے متحرک ہوں۔ سب اپنی گریبان میں جھانکیں، روز محشر اور اللہ کے حضور حاضر ہونے کا تصور کریں۔ اگر خدانخواستہ ہم سے کوئی راہ راست سے ہٹ گیا تو انہی علماء کی ذمہ داری ہے کہ ہمیں روک کر سیدھے راہ کی طرف ہماری راہنمائی کرے یا ہمیں صف سے ہی نکال دے، علماء اپنے فیصلوں پر شریعت کی روشنی میں قائم رہیں۔ میرے پاس اور کہنے کو کچھ نہیں بس یہی میرا پیغام تھا ان علماء کے لیے اور جو یہاں نہیں ان کے لیے بھی۔ آپ سے گزارش ہے کہ میرا یہ پیغام ایک امانت کے طور پر ان تک بھی پہنچا دیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

ملا محمد عمر مجاہد: ایک موازنہ ایک یادداشت

تحریر: موسیٰ فرہاد

چھ سال قبل جب میڈیا پر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے وفات کی خبر شائع ہوئی تو ایک امریکی نژاد ہندوستانی مسلمان خاتون صحافی نے انگریزی روزنامہ میں ملا محمد عمر مجاہد اور امریکی صدر بش کا موازنہ کیا۔ جس کا لب لباب یہ ہے۔ ملا عمر اور جارج بش تاریخ کے دو ایسے نام ہیں جن کے تصادم سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے، خون کی ندیاں بہہ گئیں، ظلم وستم کی ایسی داستان رقم ہوئی جس نے مہذب دنیا کے چہرے پر سیاہ کالک مل لی۔ سات سمندر دور ایک قوم کے مذہبی اقدار اور قومی روایات کو پاؤں تلے روندا۔ آزادی کے نام پر امن کا جنازہ نکال دیا گیا۔ ہمیں امریکی ٹی وی چینلز کے اسکرینوں پر دکھائے جانے والے وہ مناظر اچھی طرح یاد ہے جس میں دکھایا جاتا تھا کہ ایک دجال مسیحا کی شکل میں افغانستان پہنچ گیا ہے۔ ایک شخص کی گرفتاری کے بہانے انسانوں کی بہت بڑی آبادی کو صفحہ ہستی سے مٹا رہا ہے۔ ابھی افغانستان کے گھروں سے آہ وبکا کی چیخیں تھمی نہ تھیں کہ عراق کی سرزمین کو بھی آگ وخون میں نہلا دیا۔

1945 سے عراق پر حملے تک امریکا نے کم وبیش دو سو جارحانہ حملے کیے اور یہ امریکی حکام کی ان پالیسیوں کا حصہ ہے جس کے متعلق امریکی مؤرخ چارلس برڈ نے لکھا ہے: "دائمی بقا اور دائمی بالادستی کے لیے دائمی جنگ ناگزیر ہے۔" اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جارحیت کے لیے امریکا جو بھی بہانہ بنائے مگر دائمی بقا اور بالادستی کے لیے دائمی جنگ اس کی پالیسی کا حصہ ہے۔ مذکورہ خاتون صحافی مزید لکھتی ہے: ملا عمر کی وفات کے ساتھ رواں صدی کی تاریخ کا بہت بڑا حصہ وابستہ ہے۔ میں نے اپنی ڈائری کے صفحات کھنگالے، چند ایسی صفحات ملیں جو خون کی سیاہی سے لکھی گئیں۔ یعنی ڈائری کے اس حصے میں ایسی خونیں جنگوں کا تذکرہ ہے جس کی مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ یہ خونیں جنگیں ان قوتوں نے لڑیں جو ملا عمر کے ظہور سے پہلے امریکا کی پشت پناہی سے مضبوط ہوئے تھے اور آج بھی امریکا ہی کی پشت پناہی سے وہ بر سر اقتدار ہیں۔ میری ڈائری میں ان غیر قانونی مسلح لوگوں کے کارناموں میں عفیف بہنوں اور کم عمر بچوں کی آبروریزی سے لے کر وحشیانہ قتل تک سب کارنامے موجود ہیں۔ یہ سب دلدوز واقعات روس کی جانب سے لاتعداد بموں کے ذریعے لوگوں کو مارنے کے علاوہ ہیں۔ ہزاروں افغان اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ انہی ملا عمر کی سربراہی میں طالبان ہی تھے جنہوں نے ان حالات کو کنٹرول کیا۔ امریکا نے انہیں صرف اور صرف اس لیے شدت پسند کہا کہ وہ امریکی معاشرے کی طرح اپنی بہنوں کو بے لگام آزادی دینے کے روادار نہیں تھے۔ طالبان بڑی داڑھیوں والے تھے، مگر چوں کہ وہ یہودی نہیں تھے اس لیے بش کو راس نہ آئے، انہیں تو لمبی داڑھیوں والے صرف یہودی ہی پسند ہیں۔ طالبان ان کی نظر میں ظالم تھے، اسی لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں نیست و نابود کیا جائے۔ یہیں سے دنیا نے بش کی دہشت گردی کا نظارہ کیا۔ جس نے افغانستان میں خون کی ندیاں بہائیں۔ وہ افغان بہنیں جن پر کسی وقت بھی کسی نامحرم کی نظر نہیں پڑی تھی۔ ان سے بش کے فورسز نے تلاشیاں لیں۔ آزادی کے نام پر ان سے اپنے پیارے بچے چھین لیے اور ان کی ماؤں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ گھر مسمار کیے، لیکن اس وحشت کے باوجود لوگ دہشت گردی کی لسٹ میں ڈالے جانے کے خوف سے اُف تک نہیں کر سکتے تھے۔

یادداشت : گذشتہ سال میں نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی برسی کے موقع پر "کچھ یادیں کچھ مشاہدات" کے زیر عنوان چند یادوں کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن ذیل میں جس یاد کا تذکرہ کیا جا رہا ہے وہ ایسے شخص سے سنا گیا ہے جس کا راوی وہ خود ہے اور واقعے کا عینی گواہ بھی ہے۔ مولوی احمد اللہ محمود جو شینکئی کے ملا احمد اللہ اخند کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ افغانستان کے صوبہ زابل کے چند بہادر کمانڈروں میں سے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے سابقین میں سے ہیں۔ جہاد کے جاری معرکے میں ایک لمحے کے لیے بھی جہادی محاذ سے پیچھے نہیں ہٹے۔ طویل قید وبند کے بعد میدان وردگ کے گورنر اور بعد ازاں زابل کے نائب گورنر رہے، اپنے یونٹ کے فوجی انچارج رہے۔ وہ کہتے ہیں: امارت کے سقوط کے طویل عرصے بعد جب ملا صاحب مرحوم صوبہ زابل کے ضلع شینکئی کے اشرف خیل گاؤں میں تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک دن میں اور مولوی محمد اکرم خدمت میں حاضر ہوئے، حال احوال دریافت کرنے کے بعد میں نے پوچھا ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو ہم مہیا کریں گے۔ دوا، خوراک یا کچھ اور! ملا صاحب مرحوم نے چند لمحے توقف کے بعد فرمایا: "بھیڑ کا تازہ گوشت پسند ہے" میں نے کہا وہ تو آسانی سے مل سکتا ہے۔ ملا صاحب نے اپنے واسکٹ کے جیب سے دو ہزار روپے نکال کر مجھے تھما دیے۔ پھر کہا: یہی دو ہزار روپے موجود ہے اس سے بھنا ہوا گوشت خرید کر لاؤ۔ پھر فرمایا، یہ دو ہزار روپے میرے اپنے ہیں، نہ کہ بیت المال کے۔ میں نے کہا ہم اپنی بھیڑ ذبح کر کے آگ پر بھون کر لائیں گے۔ خریدنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مزید اس پر تبصرہ قارئین کا حق ہے، مگر اتنا کہنا عین حق ہے کہ ایسے فقیر منش لوگ ہی تاریخ کا دھارا موڑتے، تاریخ ایسے ہی مردان باصفا پر فخر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو منور فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے عزم وہمت بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین یارب العالمین

مرد جری سے ملاقات اور یادیں

تحریر: ہارون بلخی

روس کے خلاف افغان جہاد کی کامیابی کے بعد ملک میں مجاہدین کی حکومت قائم ہوئی، لیکن بدقسمتی سے مجاہدین نے افغانوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کی بجائے اس پر نمک پاشی کی۔ ملک کو طوائف الملوکی نے لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ صرف کابل شہر میں سات مقامی حکومتیں قائم تھیں۔ عوام کی زندگی اجیرن تھی۔ ان تمام مسائل اور مظالم سے نمٹتے ہوئے ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں تحریک طالبان افغانستان کا وجود عمل میں لایا گیا۔ طالبان نے اللہ تعالی کی نصرت اور مظلوم ملت کی حمایت سے جلد ہی ملک سے تمام مسائل کا خاتمہ کیا۔ اور اس تحریک کے قائد کو ہزاروں علماء نے امیر المؤمنین کے لقب سے نوازا۔

جی ہاں! ملا محمد عمر مجاہد کو متفقہ طور پر امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا۔ دنیا کے گوشے گوشے میں مصیبت زدہ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور دور دراز ممالک سے علماء کرام اور باثر شخصیات کے افغانستان آنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہر شخص امیر المؤمنین سے ملنے کی تمنا رکھ کر بہت کٹھن راستوں سے گزرتے ہوئے عصر حاضر کے امیر سے ملاقات کی جستجو میں نکل پڑا۔ اس سلسلے میں احقر کو بھی پہلی مرتبہ امیر المؤمنین سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جنوبی افریقا سے علماء کرام اور تعلیمی اداروں کے اساتذہ کا ایک وفد قندھار پہنچا۔ وفد میں پاکستان سے تعلق رکھنے والے علماء بھی شامل تھے۔ ان میں سے دو سے میری واقفیت تھی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ امیر المؤمنین سے ملاقات کا وقت طے ہوا ہے، لیکن زبان کا مسئلہ ہے، میں نے بحیثیت مترجم آمادگی کا اظہار کیا، انہوں نے خوشی سے قبول کیا۔

مغرب کی نماز کے بعد ہمیں مرد قلندر سے ملاقات کی اجازت دی گئی، جب ہم امیر المؤمنین کے دفتر پہنچے، گرمی کا موسم تھا، دفتر کے صحن میں چند چارپائیاں رکھی ہوئی تھیں، ہم ان پر بیٹھ گئے، کچھ دیر بعد ایک طویل قامت، سر پر سیاہ عمامہ باندھے ہوئے شخص تشریف لائے، ہم بھی کھڑے ہوئے، انہوں نے افغانی روایت کے مطابق ہر شخص سے گلے ملتے ہوئے مصافحہ کیا اور قریبی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ میں نے میزبان سے مہمانوں کا تعارف کروایا۔ افغانستان کی روایتی سبز چائے سے مہمانوں کا اکرام کیا گیا۔ مہمانوں نے امیر المؤمنین سے مختلف سوالات پوچھے اور میزبان نے بھی نہایت خندہ پیشانی سے ہر سوال کا مدلل اور قناعت بخش جواب دیا۔ کافی دیر تک ملک کی صورتحال اور طالبان تحریک کے آغاز کے متعلق بات چیت جاری رہی، کافی مصروفیات کے باوجود امیر المؤمنین تسلی اور اطمینان سے تشریف فرما تھے۔ آخر میں مہمان وفد نے میزبان قائد سے تعاون، خدمت وغیرہ کے متعلق پوچھا، تو امیر المؤمنین نے صرف یہ الفاظ کہے کہ ہمیں صرف مظلوموں کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور ہم اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے۔

ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ ولی کامل تھے۔ ان کے ہمراہ زندگی کے ایام گزارنے والے مجاہدین سے وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ امیر المؤمنین کے عجیب و غریب واقعات سناتے ہیں، تاہم جب بھی مرحوم قائد کے متعلق کوئی واقعہ سناتے ہیں، تو ان کی پہلی شرط یہی ہوتی ہے کہ ہماری زندگی تک ہمیں ذریعہ کے طور پر یاد نہیں کرنا چاہیے۔ دراصل امیر المؤمنین مرد قلندر تھے، ان کے ساتھی اور ان کیساتھ شب و روز گزارنے والے حضرات بھی ویسے ہی ہوتے ہیں۔ اگر ان کی صورت کو دیکھا جائے، تو موجودہ عصر کے لکھاری کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آتا، کہ اس شخص نے حتی امیر المؤمنین کو دور سے دیکھا ہو گا، لیکن ان کے سینوں میں مرحوم قائد کے ہزاروں راز موجود ہیں، ان کے چال چلن اور عادات سے واقف تھے، ان کی جاہ و جلال کا متعدد بار مشاہدہ کیا تھا، ان کے تقوی، عبادت، زہد اور اللہ تعالی سے خوف کو قریب ہی سے دیکھا تھا۔ ان میں سے دو افراد سے میری ملاقات ہوئی۔ امریکی جارحیت کے آخر تک ایک شخص ان کے ساتھ رہا، جبکہ دوسرا خفیہ زندگی کے دوران رفیق سفر رہا۔ امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں امیر المؤمنین کے ساتھ شب و روز گزارنے والے ایک طالب علم اور بعد میں عالم بننے والے مجاہد نے بتایا کہ "میرے دانت میں شدید تھا، رات بھر درد کی وجہ سے نیند نہیں آئی، رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا، گرمی کا موسم تھا، میں بیرون چارپائی پر آرام کر رہا تھا کہ اس دوران ملا صاحب مرحوم کمرے سے باہر تشریف لائے، میری حالت دیکھ کر پوچھنے لگے۔۔۔۔ کیا مسئلہ ہے؟ میں نے جواب دیا، کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن امیر المؤمنین کے بار بار اصرار پر میں نے بتایا کہ دانت میں درد ہے۔ امیر المؤمنین نے مزاحیہ انداز میں کہا، لالک (بڑا بھائی یعنی امیر المومنین خود) اس پر دم کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ ملا صاحب مرحوم نے مجھے اس دانت پر انگلی رکھنے کو کہا، جس پر درد ہو رہا تھا، میں نے اس پر انگلی رکھ دی، امیر المؤمنین نے دم کرتے ہوئے آخر میں انگلی ہٹانے کو کہا۔ میں انگلی ہٹا دی تو درد میں بہت کمی آئی، آہستہ آہستہ دانت کا درد مکمل طور پر ختم ہو گیا۔

جب امریکہ نے افغانستان پر چڑھائی کی، تو امیر المؤمنین نے مشاورت سے گوشہ نشینی اختیار کی۔ اس دوران ایک ساتھی نے مجھے ان کی بہادری کے بارے میں بتایا کہ جس جگہ امیر المؤمنین مقیم تھے، میں بھی چند روز تک وہی رہا۔ ایک دفعہ کسی ساتھی نے مجھے ہیوی مشین گن دی اور میں نے اسے صاف کرنے کے بعد اس سے فائرنگ کی، اس کے بعد میں مرحوم امیر المؤمنین کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے فائرنگ کی آواز سن کر کہا کہ کوئی مسئلہ تو نہیں ہے، میں نے نفی میں جواب دیا۔ تو فرمانے لگے، جب بھی کوئی مسئلہ پیش آجائے، تو ساتھی (یعنی خود کو اشارہ کرتے ہوئے کہا) کو بھی مطلع کرنا، کیونکہ تمہارا ساتھی ڈرپوک نہیں ہے۔ اسی طرح معروف کالم نگار موسی فرہاد لکھتے ہیں کہ جارحیت کے دوران امارت اسلامیہ کے دلیر کمانڈر، طویل عرصے سے تک جیل کی صعوبتیں برداشت کرنے والے صوبہ وردک کے گورنر، صوبہ زابل کے نائب گورنر اور فوجی کمانڈر مولوی احمد اللہ محمود عرف شینکی ملا احمد اللہ اخوند کہتے ہیں "امارت اسلامیہ کے سقوط کے کافی عرصے کے بعد امیر المؤمنین صوبہ زابل ضلع شینکی کے اشرف خیل گاؤں میں مقیم تھے، ایک دن مولوی محمد اکرم مرحوم کے ہمراہ ان سے ملنے گیا۔ ملاقات کے آخر میں میں نے امیر المؤمنین سے کہا کہ کس چیز کی ضرورت ہے؟ دوا، خورک وغیرہ؟ امیر المؤمنین نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا کہ دنبے کا تازہ گوشت کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔ میں نے کہا یہ آسان کام ہے، اسے ان شاءاللہ پورا کروں گا۔ کہتے ہیں کہ مرحوم ملا صاحب نے واسکٹ کی جیب سے اڑھائی ہزار روپے نکال کر دیے اور کہا کہ یہ میری ذاتی رقم ہے، یعنی بیت المال کی نہیں ہے، اس کے علاوہ میرے پاس اور پیسے نہیں ہے، اسے لے لو اور اس سے دنبے کا تازہ گوشت خرید لو (افغانستان کے اکثر علاقوں میں دنبے سے کھال نہیں اتاری جاتی ہے، بلکہ کھال سے بال اتار کر صاف کیے جاتے ہیں۔ پاکستان اور افغانستان کے پشتون علاقوں میں یہ گوشت شوق سے کھایا جاتا ہے) امیر المؤمنین نے بھی اسی طرح گوشت کا مطالبہ کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ گوشت خریدنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہماری بھیڑ بکریاں ہیں، ایک کو ذبح کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ ان شاءاللہ"۔

عمر ثالث امیر المؤمنین رحمہ اللہ آج ہم میں نہیں ہیں، لیکن ان کی بہادری، شجاعت اور دلیری کے ہزاروں واقعات موجود اور عوام کے مجالس میں روزمرہ کے معمول ہیں۔ امیر المؤمنین نے بال بچوں سے دور تنہائی کے حالت میں 13 سال بسر کیے اور آخر کار 24 اپریل 2013ء کو عصر کے وقت خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالی مرحوم امیر المؤمنین پر رحمتیں نازل فرمائیں، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائیں اور ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے انہوں نے پوری امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم تاریخ رقم کی اور ہم سب پر بھاری ذمہ داری عائد کر کے چلے گئے، اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو اسے محفوظ رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے ۔ سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

قطر:

سیاسی دفتر میں امارت اسلامیہ کی ملاقاتیں اور سیاسی سرگرمیاں

رپورٹ: مستنصر حجازی

29 اپریل 2021: امارت اسلامیہ افغانستان کے سیاسی نائب اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر نے اپنے وفد کے ہمراہ امریکا کے خصوصی نمائندہ زلمے خلیل زاد اور ان کے وفد کے ساتھ ملاقات کی۔ جس میں دونوں اطراف نے افغانستان کی موجودہ صورت حال اور مذاکرات سمیت دیگر موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی۔

30 اپریل 2021: قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ افغانستان، امریکا، روس، چین اور پاکستان کے وفود کے درمیان پانچ فریقی ملاقات ہوئی۔ جس میں اقوام متحدہ کے بلیک لسٹ سے امارت اسلامیہ کے راہنماؤں کے نام نکالنے، بقیہ قیدیوں کی رہائی اور مذاکرات سمیت افغانستان کی تازہ صورت حال پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ اجلاس میں تمام فریقوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ امارت اسلامیہ کے راہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے نکالنے کے پراسس پر کام شروع کیا جائے گا۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے کچھ تاریخی کارنامے

تحریر: عبدالولی خلیل

بلاشبہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے اپنے اسلاف اور عظیم ہیروز میرو ائس خان نیکہ، احمد شاہ بابا اور محمود غزنوی رحمہم اللہ کی طرح اپنے نام تاریخ کا ایک باب کھولا، ان کی طرح غیرت اور آزادی کی زندگی بسر کی، انہوں نے اپنے مذہب، اسلامی ریاست، قومی اور مذہبی اقدار کے دفاع کے لیے جہاد شروع کیا، انقلاب کی زندگی کا راستہ چنا اور ایسے تاریخی اور قابل فخر کارنامے انجام دیے جو تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ درج رہیں گے اور رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔

مندرجہ ذیل سطروں میں ان کے چند تاریخی کارنامے بطور مثال قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے جو ان کے روحانی اثرات، الٰہی احکام کے ساتھ عہد، مظلوموں کے ساتھ ہمدردی اور اپنی قوم کے ساتھ ان کے اخلاص اور ایمانداری کا ثبوت ہے۔

1۔ امیر المومنین رحمہ اللہ نے جہاد کو تنظیمی دھڑوں کے کنٹرول سے آزاد کرنے اور افغان مسلم قوم کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا، انہوں نے اپنی ہمت، دیانت اور بہادری سے ملک کے علمائے کرام، قاضیوں، بااثر رہنماؤں، قبائلی عمائدین اور جہادی کمانڈروں کو تعاون اور بیعت کرنے پر رضامند کیا، کسی نے بھی ان کے خلاف بغاوت کرنے کی جرات نہیں کی۔

2۔ انہوں نے چھ سال تک افغان دھرتی پر جس انداز سے حکمرانی کی گویا عمری خلافت کی یاد کو زندہ کیا، شریعت نافذ کی، حدود و تعزیرات کو جاری کیا اور اسلامی شریعت کی ایک ایسی عملی شکل پیش کی جس طرح اللہ تعالی نے قرآن پاک میں احکامات نازل کردیئے ہیں، ان کی حکومت کی اساس شریعت تھی، اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

3۔ صوبہ بامیان میں قدیم بدھا کے مجسموں کا انہدام ان کا ایک تاریخی اقدام تھا جس سے انہوں نے دنیا پر یہ واضح کردیا کہ افغان عوام اسلامی قانون کے نگہبان ہیں اور مجسموں کے ذریعے دولت کی افزودگی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

4۔ کسی مظلوم مسلمان کے لئے اپنے اقتدار کی قربانی دینا وہ کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور نہ آئندہ اس کی توقع ہے کہ ایک حکمران ایک مسلمان کی جان بچانے کے لئے اپنا اقتدار داو پر لگائے، ملک کو میدان جنگ بنائے، دنیا کی سپر پاور کو دو ٹوک جواب دے، وہ صرف ملا محمد عمر مجاہد ہی تھے جنہوں نے دنیا کی طاقتوں کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا، جب امریکہ کی سربراہی میں بین الاقوامی اتحاد نے اسامہ بن لادن کی حوالگی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ان کا مطالبہ مسترد کر دیا اور ان کی جارحیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

5۔ دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جہادی کارروائیوں کا اعلان کیا جس کو اکیسویں صدی میں جہاد کی نشاۃ ثانیہ کہا جاتا ہے، ان کی مسلح جدوجہد نے پوری امت مسلمہ کو جہاد کا حوصلہ دیا اور اپنے اس عمل سے دوسرے ممالک میں محکوم مسلمانوں کو حملہ آوروں کے خلاف بغاوت اور جہاد کرنے کی ترغیب دی۔

6۔ اپنے کردار کی وجہ سے وہ دنیا کے تمام مظلوم مسلمانوں کے امام بن گئے، دنیا بھر کے مسلمانوں نے ان سے بیعت کرنے کے لئے اپنے پیغامات بھجوائیں اور انہیں اپنے لئے ایک قیمتی اور بیش بہا سرمایہ قرار دیا۔

7۔ ملک گیر تحریک (امارت اسلامیہ افغانستان) کی تشکیل قابل فخر کارنامہ ہے جس پر رہتی دنیا تک افغان اور مسلمان فخر کریں گے، جس میں قندھار سے لیکر بدخشان تک تمام لوگ بھائیوں کی طرح رہتے ہیں، جو نسلی، صوبائی اور قومی تعصبات سے پاک تحریک ہے۔

8۔ انہوں نے عوام میں اتنی مقبولیت حاصل کی کہ کسی نے ان کے خلاف بغاوت کا تصور کیا اور نہ ہی کسی نے الگ گروپ بنایا، آخر تک کوئی حریف اور مخالف سامنے نہیں آیا بلکہ سب نے انہیں امیر کے طور پر قبول کیا۔

9۔ انہوں نے تیرہ سال اس جھونپڑی میں گزارے کہ کسی خفیہ ایجنسی کو ان کے ٹھکانے کا پتہ نہیں چلا، انہوں نے حیرت انگیز طور پر بہترین حکمت عملی سے امارت اسلامیہ کی قیادت کی، احکامات جاری کرتے تھے اور مسائل حل کرتے تھے، دلچسپ بات یہ ہے کہ امارت اسلامیہ میں سے کسی نے ان سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور نہ ہی ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا مطالبہ کیا۔

10۔ تمام تر اختیارات اور اقتدار کے باوجود اپنے ملک میں جائیدادیں بنائیں اور نہ ہی بیرون ملک بینک بیلنس بڑھایا، بلکہ وہ غربت میں اٹھ کھڑے ہوئے، ایک غریب کی طرح زندگی گزاری اور غریب کی طرح انتقال کر گئے۔

اللھم ادخلہ الجنۃ مع الابرار۔

مسجد کے حجرے سے بین الاقوامی سیاست تک

تحریر: عمر فاتح

کمیونزم کی شکست اور افغانوں کی فتح کے بعد دنیا بھر کے مسلمانوں کی امیدیں افغانوں سے وابستہ ہوگئیں، مگر نہایت افسوس کے ساتھ اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جن مجاہدین کی قیادت میں ہزاروں نوجوانوں نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا وہی حکومت کے معاملات میں باہم الجھ گئے اور اسلامی نظام کا نفاذ محض ایک خواب بن گیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی امیدیں دم توڑ گئیں اور ملک کے طول و عرض میں ایسی صورت حال پیدا ہوگئی جو ہر درد مند مسلمان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ ملک میں خانہ جنگی اور حکومت کے حصول کے لیے خون ریز جنگ چھڑ گئی۔ روس کے خلاف لڑنے والے مجاہدین میں سے کچھ شہید ہوگئے، بعض نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی جب کہ بقیہ مجاہدین ہی کی کارکردگی سے مایوس ہو کر یا تو گھروں کے اندر بیٹھ گئے یا پھر درس وتدریس میں مصروف ہوگئے۔ کچھ ہی عرصے میں ملک میں چوری، ڈاکہ زنی، قتل اور ظلم وستم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ یہاں تک کہ عفت مآب خواتین کی عزتیں لوٹ لی گئیں، لڑکوں کا لڑکوں کے ساتھ نکاح کرایا گیا۔ ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں مسجد کے حجرے سے روشنی کی ایک کرن نظر آئی۔ روشنی کی یہ کرن ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ تھے، جنہوں نے ظلم وفساد کے خاتمے کے لیے علم جہاد بلند کیا۔ آپ کی آواز پر ستم رسیدہ مسلمانوں نے لبیک کہا۔ جو تحریک مسجد کے حجرے سے اٹھی تھی نہایت جلدی سے فتوحات حاصل کرتی رہی۔ ملک کے چپے چپے میں مخلص مسلمانوں نے اس کا استقبال کیا، جس کی وجہ سے ایک بار پھر افغانستان پر اسلام کے عادلانہ نظام کا جھنڈا لہرایا گیا۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد پہلی مرتبہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی امیدیں امارت اسلامیہ کے ساتھ وابستہ ہوگئیں۔ وہ طالبان کو اپنے خوابوں کی تعبیر سمجھنے لگے۔ دنیا کے چپے چپے میں مظلوم ومقہور مسلمانوں نے امیر المؤمنین کے حق میں دعائیں مانگیں۔

صدیوں بعد افغانستان میں اسلامی خلافت کے قیام کی امیدیں ظاہر ہوگئیں۔ دین اسلام کے سپاہیوں نے دنیا کو ایک بار پھر جہاد، شریعت اور شہادت جیسی دینی اصطلاحات کا بھولا بسرا سبق یاد کرایا۔ مسلمانوں ہی کی کاہلی کی وجہ سے اسلامی تاریخ کی متروک اصطلاحات جیسے امیر المؤمنین، خلافت، بیعت، امارت اور حدود جیسی اصطلاحات کو ایک بار پھر زندہ کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں امن اور عدل وانصاف کا ایسا مثالی نظام قائم فرمایا جس نے پوری دنیا کے ماہرین قانون کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ محض ایک ہی انسان کے کامل ایمان وایقان، مضبوط عزم وحوصلہ اور بلند احساسات کا نتیجہ تھا جس کی اٹھان مسجد کے حجرے سے ہوئی اور نہایت قلیل عرصے میں پورے افغانستان پر اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ ممکن ہوا۔ انہوں نے پامیر کی چوٹیوں سے مظلوم ومغلوب مسلمانوں کو آزادی وحریت کی خوش خبری سنائی۔ جب اس تحریک کی غیر معمولی داخلی مضبوطی اور دین وشریعت کے احکام کی پابندی کے مظاہر دنیا نے دیکھے تو اس کے اثرات افغانستان تک محدود نہ رہے۔ امیر المؤمنین کے عزم وہمت کی بدولت پوری دنیا نے باطل نظاموں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ پوری دنیا میں سرگرم عمل جہادی تحریکوں نے بہ یک آواز امیر المؤمنین کے ہاتھ پر بیعت کا اعلان کیا۔ یوں امیر المؤمنین دنیا کی سیاست پر آفتاب کی طرح چمکے۔ اور دنیا کی توجہات کے محور بن گئے۔

اسی زمانے میں جب افغانستان کے بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھوں کمیونزم کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تو ایک اور باطل نظام "کیپیٹل ازم" تسخیر عالم کے منصوبے کے ساتھ سامنے آیا۔ اس خطرناک منصوبے کی تکمیل کی راہ میں امارت اسلامیہ واحد رکاوٹ تھا۔ جمہوریت کا راگ الاپنے والوں نے مختلف حیلے اور بہانے بنائے، بالآخر انہوں نے شیخ اسامہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا، جسے امیر المؤمنین نے یکسر مسترد کیا اور مہمان کی حفاظت کے اصولوں کے عین مطابق ان کی حفاظت کی۔ یوں دنیا کو ایک بہانہ مل گیا اور وہ پورے لاؤ لشکر کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہوئے۔ امیر المؤمنین نے بھی عمری تلوار لے کر جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ چودہ سال تک یہ کٹھن معرکہ نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ مجاہدین کے صفوں کی وحدت کو بھی برقرار رکھا۔ دنیا امریکا کو واحد سپر پاور کی نظر سے دیکھتی تھی مگر امیر المؤمنین نے ان کا یہ خواب غلط ثابت کیا، انھیں اسلحہ ولشکر سمیت ناکوں چنے چبوائے۔ سخت ترین مشکلات ومصائب جھیلنے اور دنیا کے دو سپر پاور کو شکست دینے کے بعد آپ نے بزم دنیا سے رخصت لی اور مسلمانوں کو مضبوط اسلامی فکر ونظریے سے لیس ایک جماعت میراث میں چھوڑی۔ آپ کی وفات سے مسلمان غم ومصیبت تلے دب گئے، مگر ان کی تربیت یافتہ جماعت فتوحات حاصل کر رہی ہے۔ ملک کا زیادہ تر حصہ انہی کے کنٹرول میں ہے، غاصبین کو شکست وہزیمت کا سامنا ہے اور مسلمان شرعی نظام کے نفاذ جیسے عظیم مقصد کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

***

تحریر: مولوی فضل الرحمان بغلانی

غائبانہ محبت

سن 1999 میں جب کہ میں قرآن کریم حفظ کر رہا تھا۔ میری عمر بہت کم تھی، ہمارے گھر مجاہدین کا آنا جانا رہتا تھا۔ یہ گویا پہلا موقع تھا جب میں مجاہدین کو براہ راست دیکھ رہا تھا۔ مجاہدین کے ساتھ بیٹھ کر ان کی باتیں بڑے شوق سے سنتا تھا۔ بچپن سے امی جان گھر میں صحابہ کرام کے واقعات سنایا کرتی تھیں، بچہ ہونے کے ناطے میرا خیال تھا کہ صحابہ کرام بھی گویا یہی طالبان ہوں گے۔ یہاں تک کہ ایک دن امی جان سے پوچھ بیٹھا کہ وہ صحابہ کرام یہی لوگ تو نہیں تھے؟ امی جان مسکرائی اور کہنے لگی: صحابہ کرام تو پہلے گزر چکے ہیں البتہ یہی لوگ صحابہ کرام کے نقش قدم پر ضرور چل رہے ہیں۔ مجاہدین اپنے امیر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی شجاعت و مردانگی اور تقوی وللّٰہیت کے واقعات سناتے اور ہم بڑے اشتیاق سے ہمہ تن گوش ہو کر سنتے تھے۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین کے ساتھ ہماری غائبانہ محبت اس قدر زیادہ ہو گئی جیسے اپنے والد کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ صبح جب ہم مدرسہ جاتے تو راستے میں ایک اخبار فروش کی دکان ہوتی تھی، جس کے ہاں "وحدت" اور "سہار" نامی دو ہی اخبار ملتے تھے۔ ہمارے پاس اخبار لینے کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ دکان کے سامنے کھڑے ہو کر کنکھیوں سے اخبار دیکھتے اور مجاہدین کے احوال پڑھ لیتے۔ مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دن اخبار فروش کی دکان پر اس قدر رش تھا کہ دفعتا اخبار سارے بک گئے۔ ایک ہی اخبار رہ گیا تھا جو دکان دار نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ جو لوگ اخبار لینے آتے اسے وہی اخبار پڑھنے کے لیے دیتے، ہم نے بھی پڑھنے کی کوشش کی، اخبار کی بڑی سرخی تھی: "احمد شاہ مسعود مار دیے گئے" تب میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حالاں کہ میں احمد شاہ مسعود کو نہیں پہچانتا تھا، صرف مجاہدین کی زبانی یہ بات سنی تھی کہ احمد شاہ مسعود ملا محمد عمر مجاہد کا دشمن ہے۔ جس کے مرنے کے بعد افغانستان میں جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا، طالبان کی حکومت آجائے گی۔

جنگ کے خاتمے کے بعد دیگر بڑے مجاہدین کی طرح ہم بھی امیر المؤمنین کا دیدار کر لیں گے۔ ایک دن ہمارے گھر کے بڑوں نے 11 ستمبر کے واقعات کی ویڈیوز دیکھ لی تھیں۔ جس کا الزام امریکا نے اسامہ بن لادن پر لگایا تھا اور طالبان کو اس کا سہولت کار قرار دیا گیا تھا۔ ہمارے گھر کے بڑوں نے تشویش ظاہر کی کہ یہ بہت بڑا واقعہ ہوا ہے۔ کچھ عرصہ بعد میری حفظ کی دستار بندی تھی، جس میں ایک شیخ صاحب عوام سے اپیل کر رہے تھے کہ مجاہدین کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں، کیوں کہ امریکا نے حملہ کیا ہے جس میں کئی مظلوم مسلمان شہید ہوئے ہیں۔ اسی دن میں نے اپنی معصوم سی دعاؤں میں ملا محمد عمر مجاہد کی نصرت و حفاظت کے لیے خوب دعائیں مانگیں۔

استعمار کی جارحیت سے مجاہدین پر وہ حالات آئے جس سے پوری دنیا واقف ہے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی غائبانہ محبت اس قدر زیادہ تھی کہ جب ان کی وفات کی خبر سنی تو گردن میں ایسا درد اٹھا کہ دائیں بائیں دیکھنے کے قابل ہی نہ رہا۔ کچھ لمحے سہا ہوا تھا، جیسے میری دنیا ہی اجڑ گئی ہو۔ گھر سے باہر نکل کر جی میں آیا کہ دور جا کر اپنے دوستوں کے ساتھ زار و قطار روؤں اور اپنا بھڑاس نکال لوں۔ میرے محبوب نے ایسی حالت میں دنیا سے آنکھیں بند کر لیں جب ان کے پاس نہ اپنا کوئی عزیز تھا اور نہ ہی کوئی دوست۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان کی وفات کا سبب کیا ہو گا؟ بیماری یا کوئی دوسرا سبب ہو گا؟

مرض الوفات کے وقت کیا کیا وصیتیں کی ہوں گی؟

آنکھیں کس نے باندھی ہوں گی؟

اپنے بچوں اور بچیوں کو کتنے یاد کرتے ہوں گے؟

مجاہدین کے لیے کتنے فکر مند ہوں گے؟

غسل اور تجہیز و تکفین کیسے ہوئے ہوں گے؟

اس نوع کے کئی سوال میری فکر مندی اور پریشانی کا باعث بن رہے تھے۔ تب اپنے تئیں یہ عزم کر لیا کہ اس محبت کا حق تب تک ادا نہ ہو گا جب تک اس عظیم انسان کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگی اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وقف نہ کی جائے۔ یہی وجہ تھی کہ میں امیر المومنین کے اس قافلے میں شامل ہوا۔

اللہ تعالی ہمیں اس سچی محبت کی لاج رکھنے کی توفیق عنایت فرمائے تاکہ ہم آئندہ نسلوں کے لیے موصوف کی شجاعت و شہامت اور قربانیاں بیان کریں اور وہ سمجھ سکیں کہ اس مٹی نے ایسے سپوت بھی پیدا کیے کہ پوری دنیا کی دشمنی تو مول لی مگر اپنے دین و ایمان پر ایک لمحے کے لیے آنچ نہ آنے دیا۔ اللہ تعالی امیر المؤمنین کو اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

وہ بلند عزم وہمت کا مالک

تحریر: خالق یار

فی زمانہ جب بلند عزم وہمت کے مالک اور جری وبہادر قائد ومجاہد کی بات کی جائے تو بجا طور پر نگاہیں ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی طرف اٹھتی ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں بے پناہ کرامات کے حامل ولی اللہ تھے۔ وہ واحد انسان تھے جسے علما نے بالاتفاق اپنا قائد وراہ نما مان لیا اور مختلف چھوٹے مسائل میں الجھی امت بھی ان کی پشت پر کھڑی ہوگئی۔ موصوف وہ واحد انسان تھے جسے یاد کرنے سے ان کے نام کی روحانی نسبت بھی یاد آتی تھی۔ جن کی نسبت سے انسان کا ولولہ وغیرت جاگ اٹھتا ہے اور ان کے مافوق العادت کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے خوشی وشادمانی کا احساس ہوتا ہے۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ وہ شخص تھے جنہوں نے ملک میں فساد کی سرکوبی کی اور ملک کے تحلیل وتقسیم کی مذموم سازشوں کو ناکام بنا کر پرامن افغانستان کے واحد راہ نما کے طور پر تاریخ رقم کی۔

جی ہاں ملا محمد عمر مجاہد اپنے پیش رو "عمرین" کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، ان کے لیے صرف وہ کام اہمیت رکھتے تھے جو شریعت کے مطابق تھے۔ خلاف شریعت امور کی بلاخوف لومۃ لائم روک تھام کرتے تھے۔ وہ اس فکری تحریک کے سرخیل تھے جو پچھلے دو عشروں سے عالمی استعمار کے ساتھ پنجہ آزمائی کر رہی ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ ان کی مدبرانہ سیاست اور غیر معمولی عزم وہمت کا اعتراف ان کے دوست ودشمن سب کر رہے ہیں، انھیں احترام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کی بنائی گئی تحریک کی جڑیں اس قدر وسیع اور مضبوط ہیں کہ ملک کے چپے چپے میں اس پر جی جان سے فدا ہونے والے لاتعداد ہیں۔ یہ سب ایسے فداکار ہیں جنھیں نہ باقاعدہ تحریک کا حصہ بنانے کے لیے راغب کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے کام اور شعبے سے کوئی سروکار ہوتا ہے۔ آپ اس تحریک کے سربراہ تھے جنہوں نے بے سروسامانی کی حالت میں دنیا کی سپر طاقت کا مقابلہ کر کے انھیں شکست فاش دے دی۔

آپ نے وہ تحریک بنائی جس نے دلیری وشجاعت کے ساتھ وطن کی ناموس کا دفاع کیا۔ اب اس تحریک نے ایسی حیثیت اختیار کر لی کہ عالمی دنیا نہ اسے دہشت گرد تحریک کے طور پر ڈکلیئر کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کھلے طور پر معاملات کر سکتی ہے۔ کیوں کہ ایک سچی اور کھری محنت کی وجہ سے عالمی سطح پر بھی اپنی حیثیت منوالی اور عظیم فتح بھی اپنے نام کر لی۔ اپنے مؤسس وراہنما کی وفات کے بعد بھی اگر کسی تحریک کی بنیادی پالیسی میں کوئی معمولی فرق نہیں آیا، اپنے اساسی اصول وضوابط میں خلاف شریعت کوئی چیز نہیں دیکھی گئی اور وہ پہلے سے کئی گنا زیادہ مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہے تو وہ ملا محمد عمر مجاہد کی بنائی گئی "امارت اسلامیہ" ہی ہے۔ یہ وہ تحریک ہے جس سے وابستہ لوگ دشمن کے مقابلے کے لیے شہادت کی نیت سے نکلتے ہیں۔ ان کی شہادت یقینی ہوتی ہے مگر پھر بھی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔

جی ہاں اتنی ساری خصوصیات سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ اس تحریک کی قیادت ایسی مردان باصفا کے ہاتھ میں تھی (اب بھی ہے) جو مکمل طور پر شریعت کے پابند تھے۔ انھیں ہر چیز سے شریعت کا امر عزیز تھا، یہی وجہ ہے کہ آج بھی اس تحریک کے ساتھ وابستہ لوگوں سے بنیادی مقاصد سے انحراف کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔

****

ہفتہ وار پریس بریفنگ

تعلیمی اداروں کی حفاظت یقینی بنائی جائے۔

18-04-2021

اگرچہ اس سے قبل کابل انتظامیہ کے بے مہار مسلح اہلکاروں کی جانب سے تعلیمی اداروں میں چوکیاں بنانے، سکولوں اور تعلیمی اداروں کو اپنی حفاظت کے لیے ڈھال کے طور پر استعمال کرنا، دینی مدارس پر چھاپے، مدارس میں دینی کتب کی بے حرمتی اور طلباء کو شہید کرنا معمول بن گیا ہے لیکن حال ہی میں اس میں ماضی کی نسبت زیادہ تیزی آئی ہے۔

چندماہ قبل جب اشرف غنی کے نائب امراللہ صالح کابل میں طالبان کی گوریلا کارروائیوں کو روکنے میں مکمل طور پر ناکام رہے تو مدارس سے انتقام لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ کابل سمیت دوسرے صوبوں میں مدارس پر چھاپے مارے گئے۔ دینی مدارس کے اساتذہ اور شیوخ کو بغیر کسی الزام کے محض دینی علوم کا طالبعلم اور استاذ ہونے کی وجہ سے جیلوں میں ڈالا گیا۔

ملک کے جنوب مشرقی صوبے خوست میں حال ہی میں جارحیت پسندوں کے تربیت یافتہ جرائم پیشہ مسلح اہلکاروں نے دینی مدارس پر چھاپوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ چند دن قبل امارت اسلامیہ کے اعلیٰ تعلیمی کمیشن نے ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں صوبہ خوست میں کابل کے کٹھ پتلی انتظامیہ کے مذموم اہداف کی نشاندہی کی گئی تھی کہ یہ انتظامیہ صوبہ خوست میں دینی مدارس کے خلاف آپریشن کرنے والی ہے۔ تاکہ یہاں طلباء میں خوف وہراس پھیل جائے اور وہ خود مدارس چھوڑ کر چلے جائیں اور ان کے تعلیم کا سلسلہ بند ہوجائے۔ خوست سے آئے روز یہ خبریں آرہی ہیں کہ ضربتی نامی امریکی تربیت یافتہ کٹھ پتلی فورس کے قاتلوں نے علماء کرام، حفاظ، یونی ورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کو بغیر کسی جرم کے ان کے گھروں کے اندر شہید کر لیا ہے۔ ان جرائم پر وہ انسانی حقوق کی نام نہاد تنظیمیں اور تعلیمی اداروں کی حفاظت کا راگ الاپنے والوں نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

یہ تنظیمیں جو ہمیشہ طالبان پر سکولوں کے بند کرانے کا الزام لگاتی ہیں، اور پھر طالبان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے، طویل رپورٹس اور سروے کرائے جاتے ہیں۔ لیکن کابل انتظامیہ کی جانب سے مدارس کو درپیش خطرات پر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ دشمن کو چاہیے کہ مدارس اور اہل علم کی دشمنی کوئی معمولی جرم نہیں بلکہ حساس اور ناقابل معافی جرائم میں سے ہے۔ مدارس پر حملے اور ان کی بے حرمتی سے دشمن کا لادین چہرہ مزید عیاں ہوگیا ہے۔ جس سے ان کے خلاف انتقام اور نفرت کی آگ لوگوں کے سینوں میں بھڑک اٹھی ہے۔ جنگ کے بارے میں تمام دینی اور بین الاقوامی قوانین یہی ہیں کہ عبادت گاہیں، تعلیمی ادارے، غیر جانبدار لوگوں کو ہدف نہیں بنایا جائے گا۔ ان کو ہدف بنانا نہ صرف یہ کہ گناہ اور جرم بلکہ سنگین جنگی جرم ہے۔ اس لیے دینی مدارس، سکول وکالجز، دارالحفاظ، مساجد، علماء کرام، اور طلباء کی حفاظت یقینی بنائی جائے، اور کبھی بھی ان کو نشانہ نہ بنایا جائے۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ عصر حاضر کا استثنائی رہبر

25-04-2021

امسال 23 اپریل کو امارت اسلامیہ کے مؤسس امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی آٹھویں برسی ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی اور جہادی فکر رکھنے والوں نے امارت اسلامیہ کی حمایت اور مرحوم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے بارے میں نیک خواہشات اور عقیدت کے اظہار کے طور پر یہ دن منایا۔

مرحوم امیر المومنین اس زمانے کے عظیم سیاسی اور اصلاحی شخصیات میں سے تھے، ایسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، آپ نے سیاست اسلامی اور خلافت کا وہ بھولا ہوا فریضہ ادا کیا جو گزشتہ صدیوں میں امت کے لیے ایک خواب بن کر رہ گیا تھا اور اسے ناممکن سمجھ لیا گیا تھا۔ لیکن مرحوم ملا صاحب نے دنیا کے سامنے یہ بات ثابت کی کہ اگر ایمان، اخلاص، عزم مصمم اور اللہ پر توکل کا جذبہ موجود ہو تو اب بھی خیر القرون کی طرح اسلامی بنیادوں پر استوار اسلامی حکومت قائم کی جاسکتی ہے۔ قانون شرعی، حدود کا اجراء، تعلیم واقتصاد سمیت زندگی کے تمام شعبوں کو شریعت کے دستور کے مطابق ڈھالا جاسکتا ہے۔ مرحوم امیر المومنین کا ایک بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے عصر حاضر کے جدید سیاسی نظام میں ایک متروک سیاسی نسخہ کا اضافہ کیا جو اسلام کا سیاسی نظام تھا۔ وہ نظام جس کی تدوین وتصویب کسی مشرقی یا مغربی مفکر کی جانب سے نہیں کی گئی، بلکہ خالق کائنات اللہ جل جلالہ نے زمین پر انسانوں کے سماجی نظام کے بہتری اور حفاظت کے لیے بھیجا ہے۔ وہ نظام جو انسان کی سعادت، حفاظت، عدالت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مرحوم ملا صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت اور امارت اسلامیہ افغانستان کی حیثیت اب بھی دین دشمن عناصر کے منفی پروپیگنڈوں کے غبار میں پوشیدہ ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کی اصلیت جاننے میں مشکلات حائل ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مرحوم ملا صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت، تقویٰ، اخلاص اور دین سے وفاداری پر غیر جانبدار ہوکر تحقیق کی جائے۔ دنیا کو چاہیے کہ عصبیت کی عینک اتار کر اسلامی نظام کا مطالعہ کریں، کہ اس میں عدل وانصاف کا کتنا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ وہ ذخیرہ جسے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے اللہ کی نصرت سے عملاً دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے مثبت اثرات سب نے دیکھ لیے۔ اب جب ایک بار پھر افغانستان میں مستقبل کے نظام کے بارے میں بحث زوروں پر ہے۔ اس لیے ہماری عوام یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ جس طرح دو عشرے قبل اسلامی نظام اور شریعت کے نفاذ سے عوام کی تمام تکالیف دور ہوئیں، عوام کو مسلح جتھوں اور اشرار کی سے نجات ملی، ملک کی حفاظت اور بین الاقوامی حیثیت برقرار رہی اور امن وامان کا بول بالا ہوا اب بھی صرف شرعی نظام ہی وہ واحد نظام ہے جس میں ان تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

افغانستان اپریل 2021 میں

تحریر: احمد فارسی

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

ماہ اپریل کے دوران مختلف واقعات رونما ہوئے، افغان فورسز کے خلاف کارروائیوں میں اضافہ، دشمن کے بھاری جانی نقصانات، قابض افواج کی حالیہ واپسی کا اعلان اور ملک میں امن کے حوالے سے سیاسی پیشرفت سمیت دیگر اہم واقعات درج ذیل سطور میں ملاحظہ کیجئے۔

افغان فورسز کے جانی اور مالی نقصانات:

اپریل کے مہینے کے دوران قابض دشمن کے وعدے کی خلاف ورزی کی وجہ سے دشمن پر مجاہدین کے حملوں میں شدت آئی، جن میں دشمن کے سینکڑوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہو گئے۔

4 اپریل کو امارت اسلامیہ نے قابض افواج اور افغان فورسز کے حالیہ مشترکہ حملوں پر رد عمل کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر یہ حملے جاری رہے تو مجاہدین ان افواج کے خلاف جوابی کارروائی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، مجاہدین کی جوابی کارروائیوں میں دشمن کی ہلاکتوں کے درست اعداد و شمار کا پتہ نہیں چل سکا ہے تاہم کچھ نمایاں اور اہم واقعات کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

2 اپریل کو صوبہ بغلان میں مجاہدین کے حملے میں سپیشل فورس کا ایک کمانڈر مارا گیا۔ 4 اپریل کو مذکورہ ضلع میں دشمن کے کمانڈوز کا قافلہ مجاہدین کے حملے کی زد میں آیا جس میں دشمن کے متعدد کمانڈوز ہلاک اور زخمی ہوئے۔

7 اپریل کو کابل میں مرکزی اعداد و شمار کے دفتر کا ایک اعلیٰ عہدے دار مارا گیا۔ 12 اپریل کو صوبہ بلخ میں شاہین کور کا ایک افسر ہلاک ہو گیا۔ اگلے دن صوبہ تخار کے دار الحکومت میں پولیس کا سکیورٹی آفیسر بھی مارا گیا۔

19 اپریل کو صوبہ بلخ میں دشمن کی فضائیہ کے ایک افسر کو قتل کیا گیا۔ 22 اپریل کو کابل کے ضلع پغمان میں ایک کمانڈو آفیسر کو نشانہ بنایا گیا۔ 24 اپریل کو اسی علاقے میں چار پولیس اہلکار ایک حملے میں ہلاک ہو گئے۔

23 اپریل کو صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ کے پولیس چیف کو مارا گیا۔ 24 اپریل کو قندھار میں ضلع دامان کے سابق کمانڈر کو ہلاک کر دیا گیا۔ اسی دن صوبہ میدان وردگ میں عیسیٰ خان نامی کمانڈر سمیت 21 کمانڈوز مارے گئے۔

25 اپریل کو کابل کے ضلع پغمان میں ایوان صدر کا ملازم مارا گیا۔ اگلے روز صوبہ پکتیکا کے ضلع وازی خوا کے ضلعی پولیس چیف کو ہلاک کر دیا گیا۔ اسی دن قندھار میں پہلی بٹالین کا کمانڈر بھی مارا گیا۔ 27 اپریل کو قندھار میں اتل چھاونی کے دو اعلیٰ افسران ہلاک ہو گئے۔

مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ:

امارت اسلامیہ نے 17 اپریل کو ایک بیان جاری کیا کہ گزشتہ ایک ماہ کے دوران دشمن کے ایک ہزار سے زائد اہل کار سرنڈر ہوگئے ہیں۔ یکم اپریل کو صوبہ غور کے ضلع تیورہ میں 30 مسلح اہل کار مجاہدین میں شامل ہوئے۔ 16 اپریل کو صوبہ تخار میں مزدور انتظامیہ کے 13 اہل کار۔ 21 اپریل کو قندہار میں 35 فوجی مجاہدین میں شامل ہوگئے۔ 30 اپریل کو صوبہ قندوز میں کابل انتظامیہ کے 19 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا۔

مذکورہ اعداد و شمار بطور مثال پیش کر دیئے گئے، ہتھیار ڈالنے والے اہل کاروں کی مکمل تفصیلات امارت اسلامیہ کی ماہانہ رپورٹ میں پڑھ سکتے ہیں۔

شہریوں پر تشدد:

عام شہریوں کی ہلاکتیں بدستور بڑھتی جارہی ہیں، بزدل دشمن قابض افواج کی مدد سے مختلف بہانوں سے نہتے شہریوں کو نشانہ بنارہا ہے، یہ سلسلہ اپریل کے مہینے میں بھی شدت سے جاری رہا۔ 3 اپریل کو امارت اسلامیہ نے ایک رپورٹ جاری کی کہ پچھلے دو ہفتوں میں افغان فورسز کے حملوں میں 161 شہری شہید اور زخمی ہوئے، اسی دن صوبہ لغمان کے ضلع علینگار میں دشمن کے مارٹر حملے میں گیارہ شہری شہید ہوگئے۔

اس سے قبل یکم اپریل کو صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک میں دشمن کی گولہ باری سے 10 شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ اگلے روز سفاک دشمن نے صوبہ ہرات کے ضلع کشک کوہنہ میں شہری آبادی پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں 3 معصوم بچے شہید ہوگئے۔ 6 اپریل کو قابض فورسز نے قندھار میں ایک مسافر کار کے ساتھ جان بوجھ کر اپنے ٹینک کو ٹکرایا، جس میں 17 مسافر شہید اور زخمی ہوگئے۔

8 اپریل کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ زابل میں دشمن کے فضائی حملے میں اسکول کے 4 طلباء شہید ہوگئے۔ 18 اپریل کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ غور کے ضلع اللہ میں دشمن نے شہریوں کے 130 سے زائد مکانات کو مسمار کردیا۔ یہ چند واقعات بطور مثال پیش کر دیئے گئے، مزید تفصیلات امارت اسلامیہ کی ماہانہ رپورٹ میں مل سکتی ہیں۔

الفتح آپریشن:

قابض دشمن نے دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی کی، جس کی وجہ سے مجاہدین کے حملوں میں شدت پیدا ہوگئی اور اس کے نتیجے میں دشمن کو کافی جانی اور مالی نقصان پہنچا، چند واقعات یہ ہیں:

یکم اپریل کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز میں دشمن کے کمانڈوز مجاہدین کے حملے کی زد میں آئے جس میں دشمن کے 22 اہل کار مارے گئے۔ 8 اپریل کو کابل کے ضلع پغمان میں مجاہدین نے دشمن کے ایک فوجی اڈہ پر حملہ کیا جس میں دشمن کے متعدد فوجی مارے گئے۔ اگلے روز صوبہ جوزجان میں مجاہدین نے دشمن کی متعدد چیک پوسٹوں پر شدید حملہ کیا جس میں دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔

حملہ آوروں کی واپسی:

7 اپریل کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ متعدد ریٹائرڈ امریکی فوجیوں نے اپنے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ یکم مئی سے قبل اپنی فوجیں افغانستان سے واپس بلائیں۔ 14 اپریل کو امریکی صدر جو بائیڈن نے اعلان کیا کہ امریکہ یکم مئی سے فوجی انخلا شروع کرے گا جو 11 ستمبر تک جاری رہے گا۔

اس اعلان پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے امارت اسلامیہ نے کہا کہ وہ دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی کی وجہ سے کسی بھی امن مذاکرات میں شرکت نہیں کرے گی، اسی دن جرمنی نے یہ بھی اعلان کیا کہ نیٹو افواج امریکی افواج کے ساتھ مل کر افغانستان سے نکل جائیں گی، 20 اپریل کو آسٹریلیا نے اعلان کیا کہ وہ اس سال کے آخر تک افغانستان سے اپنی تمام فوج واپس بلائے گا۔ 27 اپریل کو پینٹاگون نے اعلان کیا کہ وہ یکم مئی کے بعد افغان فوج کے ساتھ کارروائیوں میں حصہ نہیں لے گا۔

★★★

اپریل 2021 کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کے ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	147				112	122	42	1	4	
2-	ہلمند	192				169	404	75	8	11	
3-	زابل	57				82	19	24	1	6	
4-	روزگان	23				23	29	1	1	1	
5-	ہرات	113				251	106	33	7	17	
6-	فراہ	34				12	12	3	0	6	
7-	بادغیس	43				49	45	8	2	8	2
8-	نیمروز	22				14	3	6	0	0	
9-	غور	36				35	56	12	4	2	
10-	فاریاب	36				31	33	4	1	2	
11-	کونڑ	38				21	8	2	0	0	
12-	نورستان	8				2	7	0	0	0	
13-	غزنی	79				147	80	30	0	0	
14-	خوست	46				62	24	11	0	0	
15-	میدان وردگ	96				76	29	39	0	0	
16-	لوگر	131				233	78	24	0	0	
17-	کاپیسا	19				20	7	2	0	0	
18-	پکتیا	86				86	50	11	0	0	
19-	پکتیکا	54				73	17	3	0	0	
20-	ننگرہار	87				186	114	13	0	0	
21-	لغمان	51				65	39	23	0	0	
22-	کابل	39				30	54	14	0	0	
23-	پروان	7				7	3	1	0	0	
24-	قندوز	55				87	63	6	0	0	
25-	بغلان	35				44	45	35	0	0	
26-	تخار	22				45	21	1	0	0	
27-	سمنگان	3				6	5	0	0	0	
28-	بدخشان	27				40	24	3	0	0	
29-	جوزجان	20				53	45	3	0	0	
30-	بلخ	65				106	86	21	0	0	
31-	بامیان	0									
32-	سرپل	24				28	51	6	5	4	
33-	دایکنڈی	2				1	1	0	0	0	
34-	پنجشیر										
مجموعہ		1697				2196	1680	456	30	61	2

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

افغانستان کے مومن و مجاہد عوام، محاذوں کے مجاہدین اور دنیا بھر کے مسلمانو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عید الفطر کی مناسبت سے آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے عید کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کے روزے، عبادات اور جملہ دعائیں قبول فرمائے۔ آمین

مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالی کے خصوصی فضل سے ہم اس بار عید ایسے حالات میں منا رہے ہیں جب ہمارا ملک مکمل آزادی کی دہلیز پر کھڑا ہے۔ اللہ تعالی جل شانہ کی نصرت سے گذشتہ بیس سالہ جہاد، شہداء، یتیموں، بیواؤں، مہاجرین اور غم زدہ ہم وطنوں کی آرزوئیں پوری ہونے کو ہیں۔ ان شاء اللہ تعالی۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

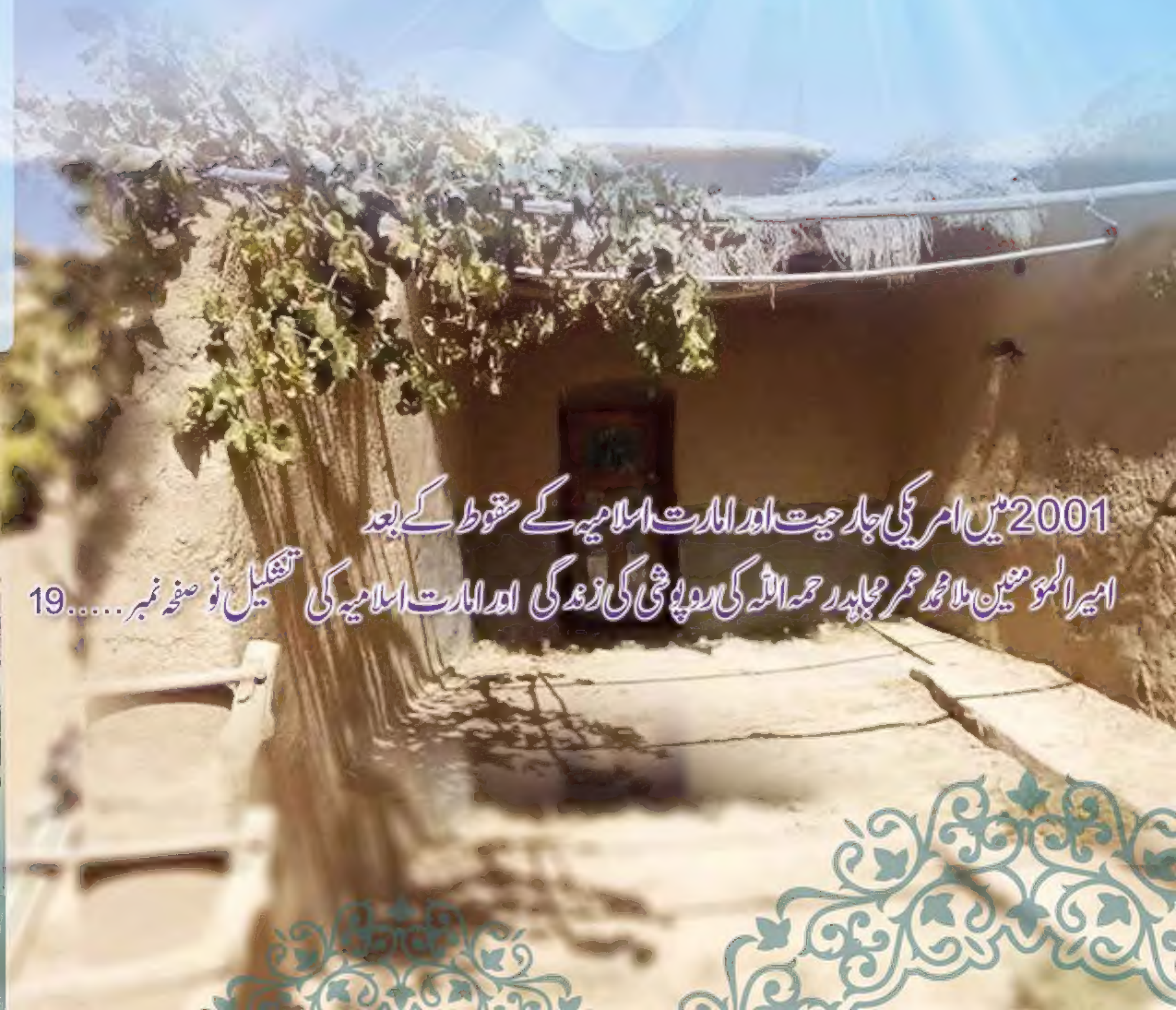

2001 میں امریکی جارحیت اور امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی روپوشی کی زندگی اور امارت اسلامیہ کی تشکیل نو صفحہ نمبر.....19